ماہنامہ جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

جلد نمبر 29 ...... شمارہ نمبر 12 ...... دسمبر 2022

(قیمت 10 روپے)

Registered No. CPL-13

صنفی تشدد سے انکار کرنا ہوگا!

HRCP شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص شعبہ موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔ اس وقت سے، ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ ہم پولیس کی زیادتیوں، خواتین کے خلاف تشدد، محکمہ جاتی مسائل، اقلیتوں کے حقوق، جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب، جبری گمشدگیوں، سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔ تاہم، مالی معاونت، سیاسی پناہ، جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار: جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ہمارا مندرجہ ذیل اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

پنجاب

- اسسٹینٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس برائے
- انسانی حقوق سیل، پنجاب
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، لاہور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، پنجاب
- پنجاب کمیشن برائے حقوق نسواں
- پنجاب ویمن پروٹیکشن اتھارٹی
- شہید بے نظیر بھٹو انسانی حقوق مرکز برائے خواتین، بہاولپور
- متاثرین کی معاونت کا مرکز، لاہور
- ویمن، ہیلپ ڈیسکس (پنجاب پولیس) ملتان
- پنجاب پولیس کے ضلعی ویمن ڈیسک، ملتان
- خواتین کے خلاف تشدد سے متعلق مرکز، ملتان

سندھ

- اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس، سندھ
- ڈائریکٹر چائلڈ پروٹیکشن بیورو، کراچی
- ڈپٹی سپریٹنڈنٹ آف پولیس برائے انتظامی امور، حیدر آباد
- ڈپٹی سپریٹنڈنٹ آف پولیس برائے انسانی حقوق سیل، سندھ
- محکمہ انسانی حقوق، حکومت سندھ
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کراچی (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی محتسب کا دفتر، سندھ
- پولیس سہولت مرکز، حیدر آباد
- سینئر سپریٹنڈنٹ آف پولیس، حیدر آباد
- سندھ کمیشن برائے حقوق نسواں
- سندھ انسانی حقوق کمیشن
- خواتین اور بچوں کے تحفظ کا مرکز، سندھ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، حکومت سندھ
- ویمنز پولیس اسٹیشن، حیدر آباد

بلوچستان

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کوئٹہ (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، بلوچستان
- ویمنز پولیس اسٹیشن، کوئٹہ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، بلوچستان

دارالحکومت اسلام آباد

- انسپکٹر جنرل آف پولیس، اسلام آباد
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق
- قومی کمیشن برائے حقوق نسواں

خیبر پختونخوا

- جینڈر ڈیسک، سوات
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، خیبر پختونخوا
- خیبر پختونخوا چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر کمیشن
- خیبر پختونخوا کمیشن برائے حقوق نسواں
- خیبر پختونخوا ویمن کرائسز سینٹرز، مردان
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، پشاور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، خیبر پختونخوا
- ویمنز پولیس اسٹیشن، سوات

گلگت بلتستان

- آغا خان مصالحتی و ثالثی بورڈ، گلگت
- محکمہ سول انتظامیہ و پولیس، گلگت بلتستان
- محکمہ انسانی حقوق، گلگت بلتستان

خواتین اور بچوں کی پناہ گاہیں جہاں شکایات سیل کیسز کو ریفر کرتا ہے:

دستک چیریٹیبل ٹرسٹ، لاہور
خواتین کے خلاف ہراسانی کے محتسب کا دفتر، ملتان
پناہ شیلٹر ہوم، کراچی، ایدھی ہومز اینڈ ایدھی یتیم خانے، کراچی
بے نظیر شیلٹر ہوم، کوئٹہ، ایدھی ہوم، کوئٹہ، آبرو شیلٹر ہوم، کوئٹہ
نور ایجوکیشن ٹرسٹ شیلٹر، پشاور

شکایات سیل سائبر ہراسانی کے کیسز مندرجہ ذیل اداروں کو ریفر کرتا ہے:

بولو بھی، کراچی
ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈ، لاہور
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، کراچی
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، پشاور

چند سنگین نوعیت کے معاملات میں ایچ آر سی پی ایک فیکٹ فائنڈنگ ٹیم بھیجتا ہے تاکہ شکایت کی مزید چھان بین کی جا سکے۔ جس کے بعد ہم اپنے مشاہدات کی بنیاد پر ایک بیان یا رپورٹ جاری کرتے ہیں ہم صرف انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں سے متعلق مشترکہ شکایات کی صورت میں قانونی معاونت فراہم کرتے ہیں

ریفرل کے دیگر روابط

اے جی ایچ ایس لیگل ایڈ سیل، لاہور سے تعلق رکھنے والی یا ان خواتین کے لئے جن کے (مقدمات لاہور کی عدالتوں میں زیر سماعت ہوں)
سوسائٹی فار اسپیشل پرسنز۔ ملتان
دستگیر لیگل ایڈ فاؤنڈیشن، ملتان
پاکستان ہیومن ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، ملتان
ڈاکٹر ایس ہارون احمد برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
ڈپولائن فری کلینک برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
لیگل ایڈ سوسائٹی، حیدر آباد، ر سلنگ بیریئرز ویمن، کوئٹہ

ہم سے رابطہ کریں: آپ ہمیں کال کر سکتے ہیں، واٹس ایپ کر سکتے ہیں، ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کروا سکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کر سکتے ہیں۔

لاہور

طاہرہ حبیب / لاریب سعید
0333 200 6800 (طاہرہ حبیب)
0321 341 4884 (لاریب سعید)
042 3584 5969
042 3586 4994
ایوان جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
hrcp@hrcp-web.org
complaints@hrcp-web.org

کراچی

ندا تنویر / عبدالحئی
0315 111 6287 (ندا تنویر)
0333 3046674 (عبدالحئی)
021 3563 7131
021 3563 7132
یونٹ نمبر 08، فرسٹ فلور، اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (آئیلا کو ہاؤس)، عبداللہ ہارون روڈ صدر، کراچی
karachi@hrcp-web.org

پشاور

اسماء خان
091 5844253
0331 9352097
اعظم چشتی روڈ، شیرازی کالونی، گلی نمبر 1، پیپل اسٹاپ، ریلوے روڈ، پواکا، پشاور
peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد

سمیتا عالم
0313 5358995
051 8351127
آفس نمبر 1 بی، سیکنڈ فلور، بلاک ڈی۔12 (نزد پی ایس او پمپ) جی۔8 مرکز، اسلام آباد
islamabad@hrcp-web.org

کوئٹہ

نائلہ رحیم
0306 294 6125
081 282 7869
فلیٹ نمبر سی۔6، کبیر بلڈنگ، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ
quetta@hrcp-web.org

حیدر آباد

افشاں سمیتو
022 278 3688
022 272 0770
0310 339 2222
آفس نمبر 306، فائزہ آرکیڈ، صدر، حیدر آباد
hyderabad@hrcp-web.org

ملتان

انیلہ اشرف
061 451 7217
0331 665 5529
مکان نمبر 24۔اے، ابدالی کالونی، گلی مسجد ٹیناں والی، ڈیرہ اڈا، ملتان
multan@hrcp-web.org

گلگت

ظہیر اسراج
0344 5475553
0355 4541088
آفس نمبر 9-8، رنگ یل پلازہ، جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد جتیال، گلگت
gilgit@hrcp-web.org

تربت / مکران

وقار قیوم
0852 413365
0323 234 2406
پرواز ہاؤس، پسنی روڈ، تربت، کیچ
ghaniparwaz@hotmail.com

فہرست

صنف پر مبنی تشدد کے خلاف 16 روزہ مہم اور اس کی اہمیت	03
پریس ریلیزیں	04
صنف کی بنیاد پر تشدد کا تعارف	05
صنف کی بنیاد پر تشدد کے خلاف 16 روزہ مہم کی تصویری جھلکیاں	07
عورتوں کے خلاف ہر طرح کے امتیازات کا خاتمہ	08
عشرہ/پاگل عورت کا جنازہ	08
”گورے اور کالے رنگ کی تفریق نہ جانے ہم نے کہاں سے سیکھی“	15
گل مکئی کی کامیابی	17
آنکھوں سے اوجھل: بلوچستان کی کوئلہ کانوں میں حقوق کی خلاف ورزیاں	18
پاکستان میں 40 فیصد بچے نشوونما رکنے، 25 لاکھ غذائیت کی شدید قلت کا شکار	19
انسانی حقوق کے کارکن کو حبس بیجا میں رکھا گیا	20
سکولوں کی بندش کا نوٹس لیا جائے	22

صنف پر مبنی تشدد کے خلاف 16 روزہ مہم اور اس کی اہمیت:

(حنا جیلانی) چیئرپرسن پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

ہر برس 25 نومبر سے 10 دسمبر تک صنف پر مبنی تشدد کے خلاف عالمی مہم چلائی جاتی ہے۔ مہم کا آغاز عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کے عالمی دن 25 نومبر سے جبکہ اختتام انسانی حقوق کے عالمی دن 10 دسمبر کو ہوتا ہے۔ مہم کی بنیاد سول سوسائٹی کے کارکنان نے 1991 میں روٹگیرز یونیورسٹی میں ویمن گلوبل لیڈرشپ انسٹی ٹیوٹ کے افتتاح کے موقع پر رکھی تھی۔ اس اقدام کی حمایت میں یو این کے سیکرٹری جنرل نے 2008 میں 'عورتوں کے خلاف تشدد ختم کرنے کے لیے 2030 تک متحد ہوں (UNiTE by 2030 to End Violence against Women)' کے نام سے ایک اور مہم کا سنگِ میل رکھا جو کہ اسی مہم کے شانہ بشانہ 25 نومبر سے 10 دسمبر تک چلائی جاتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ تعلیمی ادارے میں اٹھائے گئے ایک قدم نے کس طرح بالآخر ایک عالمی تحریک کی صورت اختیار کر لی اور آج دنیا بھر میں صنفی تشدد کے خلاف ایک توانا مزاحمت بن گیا ہے۔ اور ابھی کچھ روز قبل ہی 29 نومبر کو پہلی مرتبہ انسانی حقوق کی محافظ عورتوں کا عالمی دن منایا گیا ہے۔ ایک قدم سے ایک کارواں اور یوں سماج میں روایتی طور پر کمزور بلکہ ملکیت سمجھی جانے والی صنف کے آزادانہ وجود کا اعتراف۔

صنفی تشدد کے خلاف ایسی مہمیں ہمیں باور کراتی ہیں کہ یہ مسئلہ کسی ایک ملک یا خطے تک محدود نہیں بلکہ عالمی وباء کی طرح پوری دنیا پر حاوی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق، دنیا بھر میں ہر تین خواتین میں سے ایک اپنی زندگی میں صنفی تشدد سے دوچار ہوتی ہے۔ عورتوں کی نسل کشی (Femicide) پر 25 نومبر کو جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ دنیا بھر میں ہر 11 منٹوں میں ایک عورت یا لڑکی اپنے شریکِ حیات یا رشتہ دار کے ہاتھوں ماری جاتی ہے۔ اور گذشتہ برس ماری جانے والی عورتوں اور لڑکیوں میں سے آدھی سے زائد اپنے شریکِ حیات یا قریبی رشتہ دار کے ہاتھوں قتل ہوئیں۔ اس سے بھی بدترین یہ کہ ایسے واقعات کو گھریلو اور ذاتی معاملات قرار دے کر دبا دیا جاتا ہے۔

پاکستان میں حالات زیادہ گھمبیر ہیں۔ پاکستان اُن ممالک میں شمار ہوتا ہے جو عورتوں کے لیے سب سے زیادہ غیر محفوظ تصور کیے جاتے ہیں۔ وزارتِ انسانی حقوق کی طرف سے قومی اسمبلی میں پیش کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق گذشتہ تین برسوں کے دوران عورتوں پر تشدد کے 63 ہزار واقعات پیش آئے۔ ان میں گھریلو تشدد، جنسی تشدد اور قتل سمیت تشدد کے دیگر مظاہر شامل تھے۔ ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ نے اپنی رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ پنجاب میں ہر چوتھی خاتون گھریلو تشدد کا نشانہ بنتی ہے۔ کھانے میں نمک زیادہ ہو جانے پر بھی خواتین کو مارا پیٹا جاتا ہے۔ ملک میں ہر برس لگ بھگ ایک ہزار عورتیں 'عزت' کے نام پر قتل کی جاتی ہیں۔

اگرچہ یہ تعداد اصل صورتحال کی عکاسی نہیں کرتی کیونکہ بہت سے واقعات رپورٹ نہیں ہو پاتے مگر پھر بھی انسانی حقوق کے دفاع کاروں کو پریشان کرنے کے لیے کافی ہے۔ صرف عورتیں ہی نہیں بلکہ خواجہ سراء بھی صنفی تشدد سے دوچار ہیں۔ عالمی کمیشن برائے ماہرین قانون (آئی سی جے) کے مطابق، سال 2021 میں کم از کم 20 خواجہ سراء قتل ہوئے۔ اغواء، جنسی زیادتی، دھونس و دھمکی اور ہراسانی کا شکار بننے والوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ ملک میں خواجہ سراؤں کے ساتھ جاری ظلم اور ان کے حق میں ہونے والی قانون سازی کی مخالفت کسی مہذب ملک میں نسل کشی تصور ہو۔

عالمی معاشی فورم کی حالیہ رپورٹ کے مطابق، صنفی تفریق کے حوالے سے دنیا بھر میں بدترین ممالک میں پاکستان کا دوسرا نمبر ہے۔ ہماری ریاست اس میدان میں صرف افغانستان سے بہتر ہے۔

یہ اعداد و شمار تشویش کا سبب ہیں مگر حوصلہ بلند رکھنے کی وجوہ بھی موجود ہیں۔ پاکستان نے گذشتہ برسوں کے دوران انسانی حقوق کے کئی بنیادی معاہدات کی توثیق کی، عورتوں کے حقوق سے متعلق درجنوں قوانین منظور کیے، خواجہ سراؤں کے تحفظ سے متعلق اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے صادر ہوئے اور بالآخر 2018 میں اُن کے حقوق اور شناخت کو قانونی حیثیت ملی۔ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، قومی کمیشن برائے حقوق نسواں، یہ سارے مثبت اعشاریے ہیں۔

وزاتِ انسانی حقوق نے رواں برس جنوری میں جائے روزگار پر عورتوں کو ہراسانی سے تحفظ فراہم کرنے کا قانون منظور کیا جو کہ خوش آئند اقدام ہے۔ جائے روزگار کی تعریف کو وسیع کر کے اس میں رسمی و غیر رسمی محنت کے مقامات کو شامل کیا گیا ہے، خاص طور پر گھریلو مزدوروں کو۔ اس کے علاوہ، یہ قانون نہ صرف جنسی ہراسانی/تشدد بلکہ صنف کی بنیاد پر امتیازی سلوک کے خلاف بھی کاروائی کا حکم دیتا ہے، اور پچھلے قانون کے برعکس طالب علموں کو بھی ہراسانی اور تشدد سے تحفظ فراہم کرتا ہے، اور کافی حد تک 2019 میں وضع ہونے والے عالمی لیبر آرگنائزیشن (آئی ایل او) تشدد و ہراسانی کنونشن (190 سی) کی مطابقت میں ہے۔ اس سب کچھ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سول سوسائٹی کی لگاتار جدّ وجہد اور دباؤ سے ریاست کا قبلہ کچھ تک درست ہو گیا ہے، مگر بہتری کی کافی زیادہ گنجائش ابھی موجود ہے۔

ہمیں یاد ہے کہ 1999 میں ایک عورت کو 'غیرت' کے نام پر قتل کیا گیا تو ہمارے ایک ساتھی سینیٹر نے سینٹ میں 'غیرت' کے نام پر قتل کے خلاف قرارداد پیش کی، تاہم ایوان کے 87 اراکین میں سے صرف چار نے قرارداد کی حمایت کی۔ اور بظاہر ترقی پسند سمجھی جانے والی بعض جماعتوں نے بھی قرارداد کی مخالفت کی اور 'غیرت' کے نام پر عورت کے قتل کو سماجی روایت قرار دیتے ہوئے جائز قرار دیا تھا۔ مگر بعد میں ہم نے دیکھا کہ سول سوسائٹی کی انتھک جدوجہد اور پختہ عزم کی بدولت اُسی ایوان نے 2014 میں 'غیرت' کے نام پر قتل کے خلاف قانون منظور کیا، اور آج کوئی بھی سیاسی جماعت خواہ وہ ترقی پسند تصور ہوتی ہو یا قدامت پسند، اِس فرسودہ رسم کا رواج کے نام پر دفاع کرنے کی جرات نہیں کر سکتی۔ چنانچہ ایک طرف اگر ظلم کے سلسلے جاری ہیں تو دوسری طرف کامرانی کی داستانیں بھی رقم ہو رہی ہیں۔ اشارے واضح ہیں کہ رجعت پسند طاقتیں سول سوسائٹی کی منظّم و پُرزور مزاحمت کے سامنے گھٹنے ٹیک رہی ہیں۔ ضرورت اِس مزاحمت کو جاری رکھنے کی ہے۔

پروین رحمان مقدمے میں عدالتی فیصلہ اطمینان بخش نہیں ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے اورنگی پائلٹ پراجیکٹ (او پی پی) کی ڈائریکٹر پروین رحمان کے قتل کے تمام پانچوں ملزمان کی بریت پر عدمِ اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ جرم کی سنگینی اور ریکارڈ پر موجود ٹھوس شہادت بشمول مرکزی ملزم کے قابلِ قبول اعتراف جرم کے پیشِ نظر ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس مقدمے میں انصاف نہیں ہوا۔

ایچ آرسی پی کو یہ سوچ کر بھی تشویش ہے کہ ملزم بری ہونے کے بعد محترمہ رحمان کے اہلِ خانہ اور او پی پی میں اُن کے ساتھی ملازمین کے لیے فوری طور پر بہت بڑے خطرے کا باعث بنیں گے۔ ہمارا سندھ حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ ملزموں کو متعلقہ قوانین کے تحت حراست میں رکھے اور مقتولہ کے خاندان، اُن کے ادارے میں کام کرنے والے اُن کے ساتھیوں اور قانونی ٹیم کو مناسب تحفظ فراہم کرے۔

محترمہ رحمان کا قتل ایسے نظام کی پیداوار ہے جہاں قانون کی حکمرانی کو آسانی سے روندا جاتا ہے اور انسانی حقوق کے محافظین کو محض اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی وجہ سے اپنی زندگی خطرات میں ڈالنی پڑتی ہے۔ اُن کے خاندان نے انصاف پانے کے لیے نو برس انتظار کیا۔ سندھ حکومت کو فاضل عدالت کے فیصلے کے خلاف فی الفور اپیل دائر کرنی چاہیے، جبکہ مجموعی طور پر پوری ریاست کو تشدد کے متاثرین کو انصاف فراہم کرنے کی اپنی صلاحیت پر غور و فکر کرنا ہوگا۔

ایچ آرسی پی محترمہ رحمان کے خاندان کے ساتھ یک جہتی کا بندھن قائم رکھنے کے لیے پُرعزم ہے اور فیصلے کے خلاف عدالتِ عظمیٰ پاکستان میں اپیل دائر کرنے کے اُن کے فیصلے میں اُن کے ساتھ کھڑا ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔21 نومبر 2022]

ایچ آرسی پی کی کانفرنس نے مقامی حکومتوں کو تحفظ دینے کے لیے دستوری ترمیم کا مطالبہ کیا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے (ایچ آرسی پی) فریڈرک نومان فاؤنڈیشن (ایف این ایف) کے اشتراک سے ایک قومی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ مقامی حکومتوں کی ساخت اور مدت کو تحفظ دینے کے لیے دستور میں ترمیم کی جائے تاکہ مقامی ادارے مالیاتی عدم مرکزیت کی بدولت مؤثر طریقے سے اپنے فرائض نبھا سکیں۔

کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے، پاکستان میں ایف این ایف کی سربراہ بریگٹ لم نے کہا کہ مقامی حکومتیں 'جمہوریت کی نرسریاں' ہوتی ہیں۔ ایچ آرسی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے کہا کہ مؤثر اور مالی لحاظ سے خودمختار مقامی حکومتوں کے بغیر مستحکم جمہوریت کا قیام ممکن نہیں۔

لمز میں سیاست وعمرانیات کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر عمیر جاوید نے پہلے سیشن کے دوران واضح کیا کہ آرٹیکل 140-الف مقامی حکومتوں کے لیے مؤثر تحفظ نہیں ہے، اور مزید کہا کہ صوبائی حکومتوں کے بلدیاتی اور قانون سازی سے متعلق ذمہ داریوں میں واضح لکیر کھینچنے کی ضرورت ہے۔ حامد خان ایڈووکیٹ نے کہا کہ ایم پی ایز اور ایم این ایز مقامی حکومتوں کے 'غیرضروری' حریف بن گئے ہیں اور تجویز دی کہ ترقیاتی فنڈز صرف مقامی حکومت کے اداروں کو دیے جائیں۔

پنجاب کمیشن برائے حقوقِ نسواں کی سابق چیئرپرسن فوزیہ وقار نے زور دے کر کہا کہ مقامی حکومتوں میں عورتوں کی شمولیت محض خانہ پُری کے لیے نہیں ہونی چاہیے۔ بلوچستان یونیورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی انجینئرنگ اینڈ مینجمنٹ سائنسز میں شعبہ معیشت کے پروفیسر ڈاکٹر عزیز احمد نے سیاسی و مالیاتی عدم مرکزیت کے بیچ 'بے ہنگم تعلق' کی نشاندہی کی اور کہا کہ مؤخرالذکر صنفی اور معاشی عدم برابری کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

دوسرے سیشن کے دوران، آئیڈیاز فار وژن 2047 کے چیف ایگزیکٹو ظفر اللہ خان نے کہا کہ مقامی حکومتوں کو اپنے امور چلانے کے لیے قواعد و ضوابط بنانے کا اختیار ملنا چاہیے۔ ایچ آرسی پی سندھ چیپٹر کے وائس چیئر قاضی خضر نے کہا کہ اگرچہ قانون نے خواجہ سراؤں اور مذہبی اقلیتوں جیسے پسے ہوئے طبقوں کے لیے مخصوص نشستوں کا بندوبست کیا ہوا ہے، مگر اس کے باوجود انہیں مقامی حکومتوں میں براہ راست انتخابات کے ذریعے نمائندگی سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔

کے پی اسمبلی میں پی پی پی کے رُکن اسمبلی احمد کندی نے تجویز دی کہ دستوری عدالتوں کے قیام سے مقامی حکومتوں کو تحفظ دیا جا سکتا ہے۔ عدالتِ عظمیٰ کے وکیل مبین الدین قاضی نے اُن کے تسلسل کو دوام بخشنے کے لیے آئینی ڈھانچے کی ضرورت اجاگر کی جبکہ سنٹر فار پیس اینڈ ڈیویلپمنٹ کے چیف ایگزیکٹو نصر اللہ خان کا کہنا تھا کہ مقامی حکومتوں کی مالیاتی جوابدہی پر نظر رکھنے اور مقامی نمائندوں کی صلاحیت میں بہتری لانے کے لیے کوئی مؤثر نظام متعارف کروایا جائے۔

وزیراعظم کے معاون خصوصی عطا اللہ تارڑ نے تیسرے سیشن میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ مقامی حکومتوں کے تمام قوانین کے لیے صوبائی حکومت میں دو تہائی اکثریت لازمی قرار دینے کے لیے قانون سازی کی جائے تاکہ مقامی حکومت کے اداروں کو با آسانی معطل نہ کیا جا سکے۔ کے پی اسمبلی میں اے این پی کی رُکن ثمر ہارون بلور نے تجویز دی کہ مقامی حکومتوں کے انتخابات جماعتی بنیادوں پر کیے جائیں تاکہ ووٹروں کو علم ہو کہ اُن کے حمایت یافتہ نمائندوں کی سیاسی اقدار کیا ہیں۔

پی پی پی سنٹرل سیکرٹریٹ کے انچارج سبط الحید ربخاری کا کہنا تھا کہ درست ووٹر لسٹ ضروری ہے۔ ایم کیو ایم سندھ اسمبلی کے رکن خورشید نے اتفاق کیا کہ مردم شماری میں تصحیح کی ضرورت ہے تاکہ ووٹر لسٹیں اور حلقہ بندیوں کو مزید بہتر کیا جا سکے۔ پی ٹی آئی کی پارٹی الیکشن کمیٹی کی رکن فاطمہ حیدر کا کہنا تھا مقامی حکومتوں کے امور میں صوبائی اسمبلیوں کی مداخلت روکنے کے لیے آئینی ترمیم کی ضرورت ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔23 نومبر 2022]

ایچ آرسی پی، پی ایم ایچ اے نے پی ایل ڈبلیو ڈیز کی شمولیتی ترقی کے لیے نتیجہ خیز اقدامات کا مطالبہ کیا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) اور پوٹھوہار مینٹل ہیلتھ ایسوسی ایشن کے ایک پالیسی ڈائیلاگ میں انسانی حقوق کے دفاع کاروں نے مطالبہ کیا کہ افراد باہم معذوری (پی ایل ڈبلیو ڈیز) کی ترقی کے لیے ٹھوس قانون وانتظامی اقدامات کیے جائیں۔

شرکاء نے حکومت سے پی ایل ڈبلیو ڈیز کا ملک گیر مردم شماری کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ ان کی ترقی کے لیے مالی وسائل کا بہتر استعمال ہو سکے۔ انہوں نے کے لیے مجالس قانون ساز اور پالیسی ساز اداروں میں پی ایل ڈبلیو ڈیز کی مؤثر نمائندگی نہ ہونے پر، خاص طور پر کے پی اور بلوچستان میں، بھی افسوس کا اظہار کیا۔

مقررین نے ریاست وسماج دونوں سے مطالبہ کیا کہ پی ایل ڈبلیو ڈیز کو 'معذور' کی بجائے مختلف انداز سے قابل افراد کے طور پر دیکھا جائے، اور انسانی حقوق کے تمام دفاع کاروں سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک منظم تحریک چلائیں تاکہ ریاست پی ایل ڈبلیو ڈیز کی فلاح و بہبود کرنے کے لیے مجبور ہو اور ایسا مؤثر نظام وضع کرے جس سے پی ایل ڈبلیو ڈیز کو گھر، تعلیمی اداروں، اسپتال، بینک اور صنعتوں سمیت تمام جگہوں پر مرکزی دھارے کی آبادی کے ساتھ گھل مل کر رہنے میں مدد مل سکے چاہے گھر ہو یا تعلیمی ادارے یا اسپتال، بینک یا صنعتیں ہوں۔ اس کے علاوہ، سرکاری و نجی شعبوں کی عمارتوں کو بطورِ پالیسی پی ایل ڈبلیو ڈیز کے لیے قابل رسائی بنایا جائے۔

کئی مقررین نے نشاندہی کی کہ معذوریوں کی بروقت تشخیص سے بروقت علاج ممکن ہو جاتا ہے اور نتیجتاً کئی معذوریوں سے بچا جا سکتا ہے۔ معذوریوں سے متاثر عورتیں صنف اور معذوری کا دہرا بوجھ اٹھاتی ہیں۔

اپنے اختتامی کلمات میں، سابق سینیٹر اور ایچ آرسی پی کے کونسل رکن فرحت اللہ بابر نے کہا کہ پی ایل ڈبلیو ڈیز کے لیے توہین آمیز الفاظ کے استعمال کے وسیع تر رجحان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ جب تک ریاست اور سماج حساس نہیں ہوتے، صرف قانونی اور انتظامی اقدامات ناکافی رہیں گے، ان کا کہنا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ تمام سیاسی جماعتیں پی ایل ڈبلیو ڈیز کی ترقی کو اپنے دساتیر کا حصہ بنائیں۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔03 دسمبر 2022]

تصحیح نوٹ

جہد حق کے گذشتہ شمارے میں پریس ریلیز ''ریاست سیلاب متاثرین کی آبادکاری کے لیے فوری اقدامات کرے'' کی تاریخ 4 اکتوبر تحریر تھی۔ نوٹ کر لیا جائے کہ درست تاریخ 30 اکتوبر ہے۔ نادانستہ غلطی پر معذرت خواہ ہیں۔

صنف کی بنیاد پر تشدد کا تعارف (جی بی وی)

جی بی وی سے کیا مراد ہے؟

جی بی وی کی تعریف

صنف کی بنیاد پر تشدد یا جی بی وی سے مراد ایسے نقصان دہ افعال ہیں جن میں کسی فرد کو اس کی صنف کی بنیاد پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔

یہ جنم لیتا ہے: (الف) افراد کی صنف کی بدولت اُن کے ماتحت سماجی رُتبے سے اور (ب) طاقت کے غیر مساوی تعلقات اور صنفی کرداروں کی وجہ سے تشدد کا نشانہ بننے کے بڑھتے خطرات کی بدولت۔

اگر کسی فرد کو جسمانی، جنسی، نفسیاتی نقصان پہنچانے یا اسے سماجی، معاشی محرومی سے دوچار کرنے کی نیت سے کیے گئے کسی فعل کے اسباب اور اثرات کی نوعیت صنفی ہے تو وہ فعل جی بی وی کے زُمرے میں آئے گا۔

جی بی وی کی اقسام

جی بی وی کی کئی اقسام ہیں جیسے کہ::

- ☆ معاشی تشدد
- ☆ جسمانی تشدد
- ☆ جنسی تشدد
- ☆ نفسیاتی تشدد
- ☆ نقصان دہ روایات

جی بی وی: معاشی تشدد

معاشی تشدد سے مراد ایسے اقدامات ہیں جن کا مقصد متاثرہ فرد کو اس کے جائز معاشی یا مالی وسائل سے محروم کرنا یا اُس پر معاشی پابندی عائد کرنا ہو۔

ان میں درج ذیل شامل ہیں:

- ☆ مالیاتی وسائل، جائیداد، وراثتی حقوق اور دیگر پائیدار اشیاء تک رسائی سے انکار
- ☆ آمدنی پر کنٹرول دینے سے انکار محنت کی منڈی اور تعلیم تک رسائی انکار
- ☆ خاندان کے لیے مالی مدد یا مالی معاونت سے انکار
- ☆ کسی فرد کو گزر بسر کے لیے ضروری اخراجات یا گھریلو ضروریات پورا کرنے کے لیے ضروری اخراجات سے محروم کرنے کی دھونس دھمکی۔

جی بی وی: جسمانی تشدد

جسمانی تشدد سے مراد ایسا فعل ہے جس میں کوئی فرد جسمانی طاقت کا مظاہرہ کر کے کسی دوسرے فرد کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جائے روزگار پر اپنے ساتھ کام کرنے والے ساتھیوں، سُپر وائزرز یا صارفین کو دھکّے مارنا، تھپڑ مارنا، ٹھوکر مارنا، یا گرانا اس کی واضح مثالیں ہیں۔

ان میں درج ذیل شامل ہیں:

- ☆ مارنا پیٹنا، تھپڑ مارنا، یا ہتھیلویں یا دیگر اشیاء سے ضربیں لگانا
- ☆ دھکّے مارنا یا بال کھینچنا
- ☆ گلا دبانا، جلانا، یا تیزاب یا دیگر زہریلی اشیاء پھینکنا
- ☆ عورتوں کے خلاف چھری چاقو، بندوقیں یا دیگر ہتھیار استعمال کرنا
- ☆ مسخ کرنا

جبری اسقاط حمل یا جبری حمل

جی بی وی: جنسی تشدد

جنسی تشدد سے مراد ایسا جنسی فعل یا جنسی فعل کے لیے کی جانے والی کوشش ہے، یا غیر ضروری جنسی تبصرہ ہے یا حمل و نقل سے متعلق کاروائیں ہیں جن میں طاقت کے استعمال کے ذریعے کسی دوسرے فرد کی جنسیت کو ہدف بنایا جاتا ہے، قطع نظر اس کے کہ مجرموں کا متاثرہ فرد سے تعلق کیا ہے۔ اور یہ جنسی افعال کسی بھی طرح کے مقام پر سرزد ہو سکتے ہیں بشمول ایک گھر میں اور جائے روزگار پر۔

ان میں درج ذیل شامل ہیں

- ☆ جنسی تشدد یا اجتماعی جنسی تشدد
- ☆ جنسی ہراسانیں۔ تعاقب کرنا، بدزبانی کرنا
- ☆ اسمگلنگ
- ☆ فحش نگاری
- ☆ آن لائن تشدد اور جرائم جن میں عورتوں کو ہدف بنایا جاتا ہے

جی بی وی: نفسیاتی تشدد

نفسیاتی تشدد میں جذباتی بدسلوکی کی جاتی اور رویوں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ایسے اقدامات سے لوگوں پر جسمانی و جنسی تشدد کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔

انہیں درج ذیل شامل ہیں:

- ☆ تذلیل کرنا یا ڈرانا دھمکانا
- ☆ جان بوجھ کر ڈرانا دھمکانا اور دھونس جمانا
- ☆ نقل و حرکت پر پابندیاں لگانا
- ☆ اتہ پتہ اور سماجی میل جول پر کڑی نظر رکھنا
- ☆ صحت کی نگہداشت اور سی ای آئی سیز جیسے معاملات کو کنٹرول کرنا

جی بی وی: نقصان دہ روایات

نقصان دہ روایات سے مراد ایسا تشدد ہے جو بعض معاشروں میں عورتوں اور لڑکیوں کے خلاف اتنے طویل عرصہ سے روا رکھا جا رہا ہے کہ یہ تشدد کرنے والے مجرم اب اسے قبول شدہ ثقافتی روایت کا حصہ قرار دیتے ہیں۔

ان میں درج ذیل شامل ہیں:

- ☆ عزت کے نام پر قتل/ کاروکاری

آرٹیکل 25 قانون کی نظر میں برابری اور قانون کے مساوی تحفظ کی ضمانت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ محض جنس کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ آرٹیکل 25(3) اور 26(2) ریاست کو خواتین اور بچوں کے تحفظ کے لیے خصوصی انتظامات کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ آرٹیکل 26 اور 27 عوامی مقامات تک مساوی رسائی اور سرکاری اور نجی شعبوں میں ملازمت کے مساوی مواقع کا بندوبست کرتے ہیں۔

☆ سنگ سار کرنا یا کوڑے لگانا
☆ ونی/سوارہ
☆ وٹہ سٹہ
☆ بدل صلح
☆ جبری شادی اور کم عمری کی شادی

جی بی وی کے متاثرین کیا کرسکتے ہیں؟

ضروری فوری اقدامات

☆ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ صنف پر مبنی تشدد سے متاثرہ فرد کو کس قسم کے تشدد کا سامنا رہا ہے، وہ مندرجہ ذیل اقدامات کرسکتا ہے:
☆ شواہد جمع کریں اور اسے اپنے فون یا ڈیوائسز میں رکھنے کی بجائے تانک جھانک کرنے والی نظروں سے دور محفوظ کریں۔
☆ مقامی تھانے کو شکایت کریں۔
☆ اگر آپ زخمی ہوئے ہیں تو میڈیکولیگل رپورٹ کے حصول کے لیے طبی معائنہ کرائیں۔ درست نتائج کے لیے غسل یا کپڑے تبدیل نہ کریں۔
☆ اگر آپ خود کو غیر محفوظ محسوس کریں یا آپ کو تشدد کی دھمکی دی گئی ہو تو پناہ یا پولیس کا تحفظ حاصل کریں۔
☆ نفسیاتی مدد کے لیے نفسیاتی مشورہ یا تھراپی کرائیں۔

اپنے حقوق جانیے!

☆ کیا آپ کو معلوم تھا کہ آئین پاکستان بغیر کسی صنفی امتیاز کے مندرجہ ذیل حقوق کی ضمانت دیتا ہے؟
☆ آرٹیکل 3 ریاست پر زور دیتا ہے کہ وہ ہر قسم کے استحصال کا خاتمہ کرے۔
☆ آرٹیکل 4 کہتا ہے کہ ہر شہری کا خواہ کہیں بھی ہو، اور کسی دوسرے شخص کا جو فی الوقت پاکستان میں ہو، یہ ناقابلِ انتقال حق ہے کہ اسے قانون کا تحفظ حاصل ہو اور اس کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے۔ یہ آرٹیکل یہ بھی واضح طور پر کہتا ہے کہ بعض حقوق معطل نہیں کیے جاسکتے۔
☆ آرٹیکل 11 غلامی اور جبری مشقت کی ممانعت کرتا ہے۔
☆ آرٹیکل 25 قانون کی نظر میں برابری اور قانون کے مساوی تحفظ کی ضمانت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ محض جنس کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔
☆ آرٹیکل 25(3) اور 26(2) ریاست کو خواتین اور بچوں کے تحفظ کے لیے خصوصی انتظامات کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔
☆ آرٹیکل 26 اور 27 عوامی مقامات تک مساوی رسائی اور سرکاری اور نجی شعبوں میں ملازمت کے

مساوی مواقع کا بندوبست کرتے ہیں۔
☆ آرٹیکل 34 ریاست کو ایسے اقدامات کرنے کی ہدایت کرتا ہے جن کی بدولت عورتیں قومی زندگی کے تمام شعبوں اور سماجی سرگرمیوں میں حصہ لے سکیں۔
☆ آرٹیکل 35 ریاست کو شادی، خاندان، ماں اور بچے

> **آرٹیکل 37 (ہ) ریاست کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ کام کار کے سازگار حالات پیدا کرے اور یقینی بنائے کہ بچوں اور عورتوں سے ایسے پیشوں میں کام نہ لیا جائے جو ان کی عمر یا جنس کے لیے نامناسب ہوں، اور برسر روزگار عورتوں کے لیے زچگی سے متعلق مراعات یقینی بنائے۔**

کے تحفظ کی تلقین کرتا ہے۔
☆ آرٹیکل 37 سماجی انصاف کو فروغ دیتا اور سماجی برائیوں کو ختم کرتا ہے۔
☆ آرٹیکل 37 (ہ) ریاست کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ کام کار کے سازگار حالات پیدا کرے اور یقینی بنائے کہ بچوں اور عورتوں سے ایسے پیشوں میں کام نہ لیا جائے جو ان کی عمر یا جنس کے لیے نامناسب ہوں، اور برسر روزگار عورتوں کے لیے زچگی سے متعلق مراعات یقینی بنائے۔
☆ آرٹیکل 51 اور 106 قانون ساز مجالس میں عورتوں کے لیے نشستیں مخصوص کرنے پر زور دیتے ہیں۔

اگرچہ مختلف صوبوں میں مختلف قوانین ہیں، مگر متاثرین کو جی بی وی سے متعلقہ تشدد کے خلاف قانون چارہ جوئی کا حق حاصل ہے: مثال کے طور پر:
☆ جائے روزگار پر ہراسانی پر، مجرموں کے خلاف جائے روزگار پر عورتوں کو ہراسانی سے تحفظ کے قانون کے تحت کاروائی ہوسکتی ہے۔
☆ جنسی تشدد پر، مجرموں کے خلاف فوجداری قانون (ترمیمی) (جنسی تشدد کا جرم) ایکٹ 2016 کے تحت قانونی کاروائی ہوسکتی ہے۔
☆ کمسنی کی شادی پر، مجرموں کے خلاف بچوں کی شادی کی ممانعت کے قانون 1929 کے تحت کاروائی ہوسکتی ہے

جی بی وی کے متاثرین کے لیے دستیاب ریسورسز

ایچ آر سی پی کے شکایات مراکز

ایچ آر سی پی کے شکایات مراکز سے بذریعہ فون، ای میل یا ڈاک رابطہ کیا جاسکتا ہے:۔
آپ لاہور میں ہمارے مرکزی دفتر، یا اسلام آباد، کراچی، پشاور، گلگت، حیدرآباد، تربت اور کوئٹہ دفتر آکر بھی شکایت درج کرواسکتے ہیں۔
تمام شکایت سے نمٹاتے وقت رازداری کے اصول کی سختی کے ساتھ پاسداری کی جاتی ہے
مزید معلومات کے لیے
https://hrcp-web.org/hrcpweb/complaints-cell/
وزٹ کریں۔

خواتین محتسب

جی بی وی کے متاثرین جائے روزگار پر ہراسانی یا وراثتی حصہ سے محرومی کے خلاف خواتین محتسب سے رجوع کرسکتے ہیں۔
سادہ کاغذ پر ان کے نام ایک درخواست لکھ کر انہیں بذریعہ ڈاک یا خود دفتر جا کر جمع کروائی جاسکتی ہے۔

ایف آئی اے سائبر کرائم ونگ

ہراسانی، نفرت انگیز تقریر، یا شناخت کی چوری جیسے آن لائن جرائم کی شکایات ایف آئی اے سائبر کرائم ونگ کو درج ذیل لنک پر آن لائن رپورٹ کرسکتے ہیں:
https://complaint.fia.gov.pk/
آپ ان سے درج ذیل نمبر پر بھی رابطہ سکتے ہیں:
(111-345-786)

صنف کی بنیاد پر تشدد کے خلاف 16 روزہ مہم کی تصویری جھلکیاں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 25 نومبر سے جی بی وی کے خلاف 16 روزہ مہم جاری رکھے ہوئے اور اس ضمن میں ملک کے مختلف تعلیمی اداروں میں تقاریب کا اہتمام کر رہا ہے۔ ذیل میں ان کی کچھ تصویری جھلکیاں پیش ہیں

ڈیرہ غازی خان: صنف کی بنیاد پر تشدد کی روک تھام کے لیے قانون نافذ کرنے والے اہکاروں کی تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا۔ گیا۔ تقریب میں سول سوسائٹی کے اراکین صحافی اور وکلاء برادری بھی شریک تھی۔

لاہور: یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب (یو سی پی) کی طالبات کے ساتھ ایک آگہی اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس دوران طالبات کو صنفی تشدد کی مختلف اقسام اور دادرسی کے لیے موجود اداروں وقوانین کے بارے میں آگاہی دی گئی۔

حیدرآباد: گورنمنٹ زبیدہ گرلز کالج، حیدرآباد میں صنفی تشدد کے متعلق آیک آگہی تقریب منعقد ہوئی۔ کالج کی طالبات کے ساتھ صنفی تشدد اور اس کی روک تھام کے طریق ہائے کار کے بارے میں گفتگو کی گئی۔

وہاڑی: گورنمنٹ کالج آف نرسنگ، ڈی ایچ کیو وہاڑی میں کالج کی طالبات کے ساتھ صنفی تشدد کے موضوع پر سیر حاصل بحث ہوئی

کوئٹہ: گورنمنٹ گرلز کالج جناح ٹاؤن میں صنف کی بنیاد پر تشدد کے خلاف 16 روزہ مہم کے حوالے سے ایک آگہی اجلاس منعقد کیا گیا۔

گلگت: فاطمہ جناح ڈگری کالج فار گرلز میں طالبات کو صنف کی بنیاد پر تشدد کے خلاف 16 روزہ مہم کی افادیت کے بارے میں بتایا گیا، ان سے صنفی تشدد کی مختلف اقسام اور ان کے خاتمے پر تبادلہ خیال بھی ہوا۔

عورتوں کے خلاف ہر قسم کے امتیازات کے خاتمے کا معاہدہ

''......کسی ملک کی ہمہ جہت اور بھرپور ترقی، عالمی فلاح و بہبود اور قیام امن تقاضا کرتے ہیں کہ عورتیں زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے ساتھ مساوی شرائط پر زیادہ سے زیادہ شرکت کریں۔''

تعارف

عورتوں کے خلاف ہر قسم کے امتیازات کے خاتمے کا معاہدہ (CEDAW) اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 18 اکتوبر 1979ء کو منظور کیا۔ تاہم بین الاقوامی میثاق کی حیثیت سے یہ معاہدہ 3 ستمبر 1981ء کو اس وقت نافذ ہوا جب بیسیویں ملک نے بھی اس کی توثیق کردی۔ معاہدے کے نفاذ کی دسویں سالگرہ کے موقع پر 1989ء میں کم و بیش ایک سو ممالک نے اس کی پابندی کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔

یہ معاہدہ عورتوں کی صورتحال پر نظر رکھنے اور حقوق نسواں کو فروغ دینے کے لئے 1946ء میں خواتین کی سماجی حیثیت سے متعلق اقوام متحدہ کمیشن کی تیس سال سے زائد عرصہ کی جدوجہد کا ثمر تھا۔ کمیشن کی مساعی نے ان شعبوں کی نشاندہی کرنے میں رہنما کردار ادا کیا ہے جہاں مردوں کے ساتھ عورتوں کی برابر حیثیت تسلیم نہیں کی جاتی۔ فلاح نسواں کیلئے کمیشن کی کوششوں کے نتیجے میں متعدد اعلامیئے اور اعلانات جاری کئے گئے جن میں سے عورتوں کے خلاف تمام امتیازات کے خاتمے کے معاہدے کو مرکزی اور نہایت جامع دستاویز ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔

انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدات میں مذکورہ معاہدے کو ایک منفرد مقام حاصل ہے کیونکہ اس کے باعث عورتوں پر مشتمل انسانی آبادی کا نصف حصہ بھی انسانی حقوق کو درپیش خطرات کے حوالے سے توجہ کا مرکز بن گیا ہے معاہدے کی اساس اقوام متحدہ کے وہ مقاصد ہیں جن کا ہدف بنیادی انسانی حقوق، بنی نوع انسان کی قدر و منزلت اور عورتوں اور مردوں کے مساوی حقوق پر عوام الناس کے یقین کو مستحکم بنانا ہے۔ موجودہ دستاویز مساوات کا مفہوم متعین کرتی ہے اور اس کے حصول کی راہ دکھاتی ہے۔ اس کے پیش نظر یہ معاہدہ نہ صرف حقوق نسواں کیلئے ایک بین الاقوامی بل کا تعین کرتا ہے بلکہ ایک ایسے ضابطہ کار کی نشاندہی بھی کرتا ہے، جس پر عملدرآمد کے ذریعے مختلف ممالک عورتوں کے ان حقوق کے تحفظ کی ضمانت بھی دے سکتے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حوالے سے فوری طور پر رکن ممالک میں قانون سازی کی جائے۔

معاہدے کے دیباچے میں یہ امر واضح طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ ''عورتوں کے خلاف امتیاز برتنے کا سلسلہ جاری ہے'' اور اس لحاظ سے یہ معاہدہ اس امر کی تاکید کرتا ہے کہ یہ امتیازات ''انسانی وقار، احترام اور حقوق کی برابری کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں'' شق 1 میں دی گئی تعریف کے مطابق امتیاز روا رکھنے سے مراد ''سیاسی، اقتصادی، سماجی، ثقافتی یا سول شعبوں میں جنس کی بنا پر کسی قسم کی تفریق کرنا، کسی ایک جنس کو الگ کر دینا یا اس پر پابندی عائد کرنا ہے''۔ چنانچہ معاہدہ فریق ریاستوں سے حسب ذیل مطالبہ کرکے مساوات کے اصول کی مثبت اور بامعنی توثیق کا تقاضا کرتا ہے۔

> شہری حقوق کے تحفظ کے علاوہ معاہدے میں عورتوں کے ایک اور اہم مسئلے، یعنی تولیدی حقوق پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ دیباچے میں اس حق کی ابتداء ان الفاظ میں کی گی ہے۔ ''افزائش نسل میں عورت کا کردار وجہ تفریق نہیں بنایا جانا چاہئے''۔

''تمام ریاستیں قانون سازی سمیت تمام مناسب اقدام کریں تاکہ خواتین کی پیش رفت اور بھرپور ترقی کے عمل کو یقینی بنایا جاسکے اور مردوں کے ساتھ برابری کی بناء پر انہیں تمام بنیادی حقوق اور شہری آزادیوں سے استفادہ کرنے کے مقاصد کے حصول کی ضمانت دی جاسکے'' (شق 3) مساوات کا ضابطہ عمل بعد میں آنے والی چودہ شقوں میں مخصوص کردیا گیا ہے۔ ان تک رسائی کے حوالے سے معاہدے میں عورتوں کی صورتحال کی تین جہتوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ شہری حقوق اور عورتوں کی قانونی حیثیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اور انسانی حقوق کے دیگر معاہدات کے برعکس، اس معاہدے میں انسان کے تولیدی عمل کی مختلف جہتوں اور مرد اور عورت کے مابین تعلقات پر ثقافتی اثرات پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

عورت کی قانونی حیثیت پر وسیع تر پس منظر میں توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ 1952ء میں عورتوں کے سیاسی حقوق کا منشور منظور ہوجانے کے باوجود، سیاسی عمل میں شرکت کے بنیادی حقوق کا دائرہ محدود نہیں کیا گیا۔ بلکہ موجودہ دستاویز کی شق 7

عشرہ/ پاگل عورت کا جنازہ

پہلے عزت نہ کوئی ساکھ تھی اب
صرف سینے کی جگہ راکھ تھی اب
کچھ بھی جو اس نے کیا......یا نہ کیا
سوچ کر لوح و قلم کانپ اٹھے
کچھ بھی جو اس نے کہا . . یا نہ کہا
سن کے مسجد میں صنم کانپ اٹھے
پھر انہیں کھانا کھلانے کے لیے
جنہوں نے قتل کیا بڑھ چڑھ کر
ہوشمند آغا پلٹ آئی ہیں
پاگل عورت کا جنازہ پڑھ کر

(ادریس بابر)

میں مذکورہ منشور کی شرائط کا اعادہ کیا گیا ہے، جن کی بدولت عورتوں کو رائے دینے، سرکاری ذمہ داریاں انجام دینے اور دفاتر میں کام کرنے کے حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ ان حقوق میں بین الاقوامی سطح پر اپنے اپنے ملکوں کی نمائندگی کرنے کیلئے عورتوں کی شہریت کے معاہدے جو 1957ء میں منظور کیا گیا کو شق 9 کی رو سے معاہدہ ہذا سے مربوط کیا گیا ہے، یہ عورتوں کی ازدواجی حیثیت سے قطع نظر، ان کو شہریت کا حق عطا کرتا ہے۔ اِس لحاظ سے یہ معاہدہ اِس حقیقت کی جانب بھی توجہ مرکوز کراتا ہے کہ عورتوں کی قانونی حیثیت شادی سے منسلک ہوکر رہ گئی ہے، اور اس طرح وہ اپنا انفرادی حق حاصل کرنے کی بجائے اپنے خاوند کی شہریت کی مرہون منت ہو کر رہی گئی ہیں۔ شقیں 10، 11 اور 13 بالترتیب تعلیم، روزگار اور سماجی و اقتصادی سرگرمیوں میں عورتوں کے بلا امتیاز حقوق کی توثیق کرتی ہیں۔ دیہی عورتوں کی صورتحال کے حوالے سے یہ مطالبے پورے کرنے پر بھی خصوصی طور پر زور دیا گیا ہے کیونکہ دفعہ 14 کے مطابق ان کی مخصوص جدوجہد اور اقتصادی فراوانی میں عورتوں کا نمایاں کردار، منصوبہ بندی میں ان پر زیادہ توجہ دینے کا تقاضا کرتے ہیں شق 15 میں شہری اور کاروباری امور میں عورت کی مکمل برابری کی تاکید کی گئی ہے اور مطالبہ کیا گیا ہے کہ عورتوں کی قانونی حیثیت کو پابند کرنے والے جملہ ضوابط'' کالعدم اور غیر موثر تصور کئے جائیں۔'' آخر میں شق 16 میں شادی کے مسئلے اور

خاندانی تعلقات کو دوبارہ زیرِ غور لایا گیا ہے اور یہ تاکید کی گئی ہے کہ شادی کا حق استعمال کرنے، والدین کی حیثیت سے فرائض انجام دینے، ذاتی حقوق اور جائیداد حاصل کرنے کے ضمن میں عورتوں اور مردوں کو مساوی حقوق دیئے جائیں۔

شہری حقوق کے تحفظ کے علاوہ معاہدے میں عورتوں کے ایک اور اہم مسئلے، یعنی تولیدی حقوق پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ دیباچے میں اس حق کی ابتداء ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ ''افزائش نسل میں عورت کا کردار وجہ تفریق نہیں بنایا جانا چاہئے''۔ عورت کے خلاف امتیازی سلوک اور اس کا تولیدی کردار پورے معاہدے میں مسلسل توجہ کا موضوع ہے۔ مثال کے طور پر منشور کی شق 5 میں استدلال کیا گیا ہے کہ ''سماجی فریق کی حیثیت سے زچگی کا مکمل ادراک ضروری ہے''۔ بچے کو جنم دینے کے عمل کو ماں اور باپ کی مشترکہ ذمہ داری تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ زچہ و بچہ کے تحفظ اور دیکھ بھال کو لازمی حقوق کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے اور انہیں منشور کے تمام شعبوں سے مربوط کیا گیا ہے، خواہ ان شعبوں کا تعلق حصول روزگار، خاندانی قوانین، تحفظ صحت یا حصول تعلیم سے ہو۔ سماجی خدمات کی فراہمی معاشرے کے فرائض میں شامل ہے۔ بالخصوص بچوں کی نگہداشت کی سہولتوں کی فراہمی کیونکہ یہ سہولتیں لوگوں کو انفرادی طور پر خاندانی ذمہ داریاں انجام دینے اور قومی زندگی میں مشترکہ کام کرنے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ زچہ و بچہ کی دیکھ بھال کیلئے خصوصی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں اور انہیں ''امتیازی سلوک قرار نہ دینے'' کی تاکید کی گئی ہے۔ (شق 4) معاہدہ عورتوں کے تولیدی اختیار کے حق کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ قابل توجہ امر تو یہ ہے کہ صرف انسانی حقوق کا معاہدہ ہی خاندانی منصوبہ بندی کا تذکرہ کرتا ہے۔ فریق ریاستوں پر ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ خاندانی منصوبہ بندی کی بابت مشاورت کو نظام تعلیم میں شامل کریں (شق 10) اور ایسے ضوابط کو فروغ دیں جو عورتوں کو ان حقوق کی ضمانت فراہم کریں جن کی بدولت وہ ''بچوں کی تعداد اور پیدائش میں وقفے کا آزادانہ فیصلہ کر سکیں متعلقہ ضروری معلومات اور تعلیم تک رسائی حاصل کر سکیں اور انہیں ایسے وسائل بھی حاصل ہوں تاکہ وہ ان حقوق سے استفادہ کر سکیں''۔ (شق 16)

منشور کا تیسرا عام تقاضا انسانی حقوق کے بارے میں ہمارے تصور کو وسعت دیتا ہے کیونکہ اس کی بدولت ثقافتی اور روایتی اثرات کو رسمی زاویوں سے پذیرائی ملتی ہے جو عورتوں کے بنیادی حقوق کی ادائیگی میں رخنہ انداز ہوتے ہیں یہ عوامل قدیم رسم و رواج اور طور طریقوں کی صورت میں اثر انداز ہوتے ہیں اور عورتوں کی ترقی پر متعدد قانونی، سیاسی اور اقتصادی قدغنیں عائد کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ داخلی تعلقات کی اس صورت حال کے پیش نظر معاہدے کے دیباچے میں زور دیا گیا ہے کہ ''معاشرے اور خاندان کی سطح پر مردوں اور عورتوں کے روایتی کردار میں ایک ایسی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے جس کے طفیل مردوں اور عورتوں کے مابین مکمل برابری حاصل کی جا سکے''۔ اس لحاظ سے فریق ریاستوں کو انفرادی کردار کے سماجی اور ثقافتی اسالیب میں جدت پیدا کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے تاکہ ''ایسے تمام تعصّبات، روایات اور بے جا سرگرمیوں کا خاتمہ ہو سکے جو مرد یا عورت کے بہتر یا کمتر ہونے کی عکاسی کرتی ہوں یا عورتوں اور مردوں کے قدامت پسندانہ کردار پر مبنی ہوں'' (شق 5)۔ (شق 10۔ج) درسی کتب، سکول پروگراموں اور تدریسی طریقوں کا جائزہ لینے کی ذمہ داری متعین کرتی ہے تاکہ تعلیم کے شعبے میں قدامت پسندانہ نظریات کی بیخ کنی کی جا سکے۔ آخر میں ثقافتی اسالیب، جو کام کاج کے خارجی میدان کو ''مرد کی دنیا'' اور گھریلو سرگرمیوں کو ''عورت کی دنیا'' قرار دیتے ہیں کو معاہدے کی جملہ شرائط میں ہدف بنایا گیا ہے۔ یہ شرائط خاندانی زندگی میں مساوی ذمہ داریوں اور تعلیم و روزگار کے حصول کے سلسلے میں مساوی حقوق کی توثیق کرتی ہیں۔ بایں ہمہ معاہدہ ایسے تمام عوامل کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک جامع ضابطہ کار بھی وضع کرتا ہے جو جنس کی بنا پر تفریق کے جواز اور تسلسل کا باعث بنتے ہیں۔

معاہدے پر عمل درآمد عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے کیلئے قائم کردہ کمیٹی کی نگرانی میں کیا جا رہا ہے۔ معاہدہ (CEDAW) کی ذمہ داریوں اور انتظامی امور کا تعین معاہدے کی شق 17 تا 30 میں کر دیا گیا ہے یہ کمیٹی ایسے 23 ماہرین پر مشتمل ہے جو متعلقہ حکومتیں نامزد کرتی ہیں اور جن کا انتخاب اعلیٰ اخلاقی اقدار اور معاہدے کے زمرے میں آنے والے شعبوں میں ان کی اعلیٰ مہارت کی بنا پر فریق ریاستیں خود کرتی ہیں۔

کم از کم ہر چار سال بعد فریق ریاستیں کمیٹی کو اپنی قومی رپورٹ پیش کرتی ہیں جن میں ان اقدامات کی وضاحت کی جاتی ہے جو معاہدے کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے کئے گئے ہوں۔ سالانہ اجلاس کے دوران کمیٹی کے ارکان حکومتی نمائندوں کے ساتھ مل کر ان رپورٹوں پر بحث کرتے ہیں اور مزید اقدامات کے لئے شعبوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کمیٹی عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کا خاتمہ کرنے کیلئے عام سفارشات بھی مرتب کرتی ہے۔

معاہدہ

اس معاہدے میں فریق ریاستیں اس امر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے

کہ اقوامِ متحدہ کا منشور بنیادی انسانی حقوق، فرد کی عزت و احترام اور مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق پر پختہ یقین کا اعادہ اور اظہار کرتا ہے۔ اس امر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہ انسانی حقوق کا عالمی منشور امتیازی سلوک کو ناقابل قبول قرار دینے کے اصول کی توثیق کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ ہر انسان اپنے وقار اور حقوق کے لحاظ سے مساوی اور آزاد نفس کی حیثیت سے پیدا ہوتا ہے اور یہ کہ ہر شخص کو جنسی امتیاز سمیت ہر قسم کی تفریق کے بغیر منشور میں متعین کردہ حقوق اور آزادیاں حاصل ہیں۔

اس امر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، کہ انسانی حقوق کے عالمی میثاقات میں شریک فریق ریاستوں کا فرض ہے کہ وہ عورتوں اور مردوں کے مساوی حقوق کو یقینی بنائیں تاکہ وہ اپنے تمام اقتصادی، سماجی، ثقافتی، شہری اور سیاسی استحقاقات حاصل کر سکیں۔

اقوامِ متحدہ کے زیرِ اہتمام طے پانے والے بین الاقوامی معاہدے اور عورتوں اور مردوں کے مابین حقوق کی برابری کو فروغ دینے والی مخصوص ایجنسیوں کے کردار پر غور کرتے ہوئے،

اقوامِ متحدہ کے زیرِ اثر اور عورتوں اور مردوں کے مابین حقوق کی برابری کو فروغ دینے والی مخصوص ایجنسیوں کی منظور کردہ بین الاقوامی قراردادوں، اعلانات اور سفارشات پر غور کرتے ہوئے،

اس بات پر سخت تشویش محسوس کرتے ہوئے کہ مختلف انسدادی ضابطوں کے نافذ العمل ہونے کے باوجود عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کرنے کا سلسلہ جاری ہے،

اس امر کی یاددہانی کراتے ہوئے کہ عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا مساوی انسانی حقوق اور انسانی احترام کے اصولوں کی خلاف ورزی کے مترادف ہے کسی ملک کی سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی زندگی کے دھارے میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی مساوی شرائط پر شرکت کے عمل میں رکاوٹ کا باعث ہے، خاندان اور معاشرے کی ترقی اور خوشحالی کا راستہ روک لیتا ہے اور ملک اور انسانیت کی خدمت کے حوالے سے عورتوں کی صلاحیتوں کے بھرپور ارتقاء کو مزید مشکل بنا دیتا ہے،

اس امر پر تشویش محسوس کرتے ہوئے کہ غربت کے عالم میں عورتوں کو خوراک، صحت، تعلیم و تربیت کی سہولتوں اور روزگار اور دوسری ضرورتوں کے کم سے کم مواقع اور رسائی حاصل ہوتی ہے،

یہ امر تسلیم کرتے ہوئے کہ عدل و مساوات پر مبنی نیا عالمی

اقتصادی نظام مردوں اور عورتوں کے درمیان برابری کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کرے گا،

اس امر پر زور دیتے ہوئے کہ نسل پرستی کی جملہ اقسام، نسلی امتیاز، سامراجی نظام، نوآبادکاری نظام، جارحیت، غیر ملکی تسلط اور قبضے اور ریاستوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا مکمل خاتمہ عورتوں اور مردوں کے حقوق کی ادائیگی کیلئے نہایت ضروری ہے،

اس امر کی توثیق کرتے ہوئے کہ بین الاقوامی امن و سلامتی کو استحکام دینے، عالمی کشیدگی کو ختم کرنے، سماجی و اقتصادی ڈھانچوں کے قطع نظر تمام ممالک کے درمیان باہمی تعاون اور ہم آہنگی کو فروغ دینے، جنگی ہتھیاروں کا عمومی اور مکمل طور پر خاتمہ کرنے اور بالخصوص سخت گیر بین الاقوامی نگرانی کے تحت ایٹمی ہتھیاروں کا خاتمہ کرنے، مختلف ممالک کے مابین انصاف، برابری اور باہمی مفادات کے اصولوں کی پاسداری کرنے، سامراجی طاقتوں اور غیر ملکی تسلط کا شکار ہونے والی قوموں کے حقوق کی بازیابی کیلئے جدوجہد کرنے'' آزادی اور حق خودارادیت کے حصول کی حمایت کرنے اور قوموں کی علاقائی سالمیت اور قومی خودمختاری کا احترام کرنے سے سماجی ترقی اور آسودگی کو فروغ حاصل ہوگا اور اس کے نتیجے میں مردوں اور عورتوں کے درمیان برابری کے رجحان کو تقویت دینے میں مدد ملے گی،

اِس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ کسی ملک کی بھرپور ترقی، دنیا کی بہتری اور فروغ امن کا تقاضا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی مردوں کے ساتھ مساوی شرائط پر زیادہ سے زیادہ شرکت کو یقینی اور لازمی بنایا جائے،

اس حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ خاندانی بہبود اور معاشرتی ارتقاء کے عمل میں عورت کے عظیم کردار کو پوری طرح تسلیم نہیں کیا گیا، زچگی کی سماجی افادیت اور خاندان کی بہتری اور بچے کی پرورش میں والدین کے کلیدی کردار کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے، یہ امر جانتے ہوئے کہ نسل انسانی کے فروغ میں عورت کے کردار کو امتیازی سلوک کی بنیاد نہیں بننا چاہئے، اور اس امر کو بخوبی محسوس کرتے ہوئے کہ بچوں کی پرورش عورتوں اور مردوں بلکہ بحیثیت مجموعی معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور

یہ حقیقت جانتے ہوئے کہ خاندان کی سطح پر اور معاشرے میں عورتوں اور مردوں کے روایتی کردار میں تبدیلی لانا ضروری ہے تاکہ عورتوں اور مردوں کے درمیان مکمل برابری کو یقینی بنایا جاسکے،

عہد کرتے ہیں کہ عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کے اعلامیئے میں طے شدہ اصولوں پر مکمل عمل درآمد کرائیں گے اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ تمام مطلوبہ اقدامات کریں گے جو عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک اور اس کی مختلف اقسام کے قلع قمع کیلئے ضروری ہیں۔

چنانچہ، معاہدے میں شریک تمام فریق ریاستیں حسب ذیل امور پر متفق ہیں:۔

حصہ اول

شق۔1

حالیہ معاہدے کے مقاصد کے حصول کیلئے ''عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک'' کی اصطلاح کا مفہوم یہ ہے کہ جنس کی بنا پر کوئی ایسا سلوک، امتناع، پابندی یا تفریق روا نہیں رکھی جاسکتی جو مردوں کے ساتھ برابری کی بنا پر اور ازدواجی حیثیت کے قطع نظر عورتوں کو حاصل ایسے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے حصول اور ان سے استفادہ کرنے پر اثر انداز ہو یا سیاسی، اقتصادی، سماجی، ثقافتی، شہری یا کسی بھی شعبہ حیات میں عورتوں کے استحقاق کی نفی کرے یا ان کی بجا آوری میں رکاوٹ کا باعث بنے۔

اس حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ خاندانی بہبود اور معاشرتی ارتقاء کے عمل میں عورت کے عظیم کردار کو پوری طرح تسلیم نہیں کیا گیا، زچگی کی سماجی افادیت اور خاندان کی بہتری اور بچے کی پرورش میں والدین کے کلیدی کردار کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے، یہ امر جانتے ہوئے کہ نسل انسانی کے فروغ میں عورت کے کردار کو امتیازی سلوک کی بنیاد نہیں بننا چاہئے۔

شق۔2

فریق ریاستیں عورتوں کے خلاف ہر قسم کے امتیازی سلوک کی مذمت کرتی ہیں، عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک ختم کرنے کیلئے مناسب اقدامات اور بلا تاخیر حکمت عملی شروع کرنے پر رضامندی ظاہر کرتی ہیں اور اس مقصد کیلئے یہ عہد کرتی ہیں کہ:۔

(ا) وہ عورتوں اور مردوں کی برابری کے اصول کو، اگر پہلے شامل نہیں کیا گیا تو معاہدہ ہذا میں شمولیت کے بعد فوری طور پر اپنے اپنے قومی دساتیر اور دیگر مناسب قانونی ضابطوں میں شامل کریں گی اور قانونی و دیگر ضروری مسائل کی مدد سے اس اصول کی عملی تعبیر کو یقینی بنائیں گی۔

(ب) وہ عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کے انسداد کیلئے مناسب قانون سازی کریں گی اور جہاں مناسب سمجھیں پابندیاں بھی عائد کریں گی۔

(ج) وہ مردوں کے ساتھ برابری کی بنا پر عورتوں کے حقوق کو قانونی تحفظ فراہم کریں گی اور امتیازی سلوک کے خلاف مجاز قومی ٹربیونلز اور دیگر سرکاری اداروں کے توسط سے عورتوں کے حقوق اور مراعات کے تحفظ کو یقینی بنائیں گی۔

(د) وہ عورتوں کے خلاف کسی امتیازی فعل یا سرگرمی میں ملوث ہونے سے گریز کریں گی اور اس امر کو یقینی بنائیں گی کہ سرکاری حکام اور ادارے اس فرض کی پابندی کریں گے۔

(ر) وہ کسی شخص، تنظیم یا ادارے کی طرف سے عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کا تدارک کرنے کیلئے تمام ضروری اقدامات کریں گی۔

(ف) وہ قانون سازی سمیت ایسے اقدامات کریں گی جن کے ذریعے عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کا باعث بننے والے موجودہ قوانین، ضوابط رسم ورواج اور روایات میں ترمیم کی جاسکے یا انہیں ختم کیا جاسکے۔

(گ) وہ اپنی قومی تعزیرات میں موجود ایسے تمام قوانین منسوخ کردیں گی جو عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کا باعث بن رہے ہوں۔

شق۔3

فریق ریاستیں تمام شعبوں، بالخصوص سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی میدان میں قانون سازی سمیت ہر ممکن اقدام کریں گی تاکہ عورتوں کی بھرپور ترقی اور خوشحالی کے عمل کو یقینی بنایا جاسکے اور انہیں مردوں کے ساتھ برابری کی بنا پر انسانی حقوق اور آزادیاں حاصل کرنے کی ضمانت دی جاسکے۔

شق۔4

(ا) مردوں اور عورتوں کے درمیان حقیقی برابری کے عمل کو تیز کرنے کیلئے فریق ریاستوں کی طرف سے جاری کردہ عارضی یا خصوصی اقدامات کو موجودہ معاہدے میں وضع کردہ تعریف کے مطابق ''امتیازی سلوک'' تصور نہیں کیا جانا چاہئے اور نہ ہی ایسے اقدامات کسی طور پر غیر مساوی یا علیحدہ معیارات کے جواز پر منتج ہوں گے بلکہ ان کا تسلسل اس وقت ختم ہوجائے گا، جب عورتوں کے حصول میں مناسب مواقع اور سلوک میں برابری کے اہداف حاصل کرلئے جائیں گے۔

(ب) معاہدہ ہذا میں شامل اقدامات سمیت فریق ریاستوں

کی طرف سے کئے جانے والے ایسے مخصوص اقدامات کو بھی ''امتیازی اقدامات'' تصور نہیں کیا جائے گا۔ جن کا مدعا زچگی کے دوران عورت کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔

شق۔5

فریق ریاستیں ایسے تمام ممکن اور مناسب اقدام کریں گی جن کی رو سے:۔

(ا) عورتوں اور مردوں کے طرز عمل کے سماجی و ثقافتی نمونوں میں ضروری تبدیلی یا ترمیم کی جاسکے اور ایسے تمام تعصبات، روایات اور رویوں کا خاتمہ کیا جاسکے جو مرد اور عورت میں سے ایک کے بہتر اور دوسرے کے کم تر ہونے کے رسمی مفروضوں یا عورتوں اور مردوں کے روایات پسندانہ کردار کی پاسداری کرنے کے تصورات پر مبنی ہوں۔

(ب) سماجی تقاضے کی حیثیت سے زچگی کے عمل کے بارے میں مناسب معلومات کے حصول کو خاندانی تعلیم کا حصہ بنایا جاسکے اور بچوں کی پرورش اور نشوونما کے عمل کو مردوں اور عورتوں کی مشترکہ ذمہ داری تسلیم کرایا جاسکے۔ تاہم یہ امر پیش نظر رہے کہ بچوں کی دلچسپی اولین ترجیح حاصل کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔

شق۔6

فریق ریاستیں قانون سازی سمیت ایسے تمام مناسب اقدامات کریں گی جن کے ذریعے عورتوں کی تجارت، استحصال اور عصمت فروشی کے رجحانات کا خاتمہ کیا جاسکے۔

حصہ دوم

شق۔7

فریق ریاستیں اپنے اپنے ملک کی سیاسی اور اجتماعی زندگی کی سطح پر عورتوں کے خلاف ہونے والے امتیازی سلوک کے خاتمے اور تدارک کیلئے تمام موزوں اقدامات کریں گی اور بالخصوص مردوں کے ساتھ برابری کی بناء پر عورتوں کے حسب ذیل حقوق کو یقینی بنائیں گی۔

(ا) تمام انتخابات اور رائے شماریوں میں رائے دینے کا حق اور انتخاب کے ذریعے قائم ہونے والے تمام اداروں کا انتخاب لڑنے کا حق،

(ب) سرکاری حکمتِ عملی کی تیاری اور تعمیل میں شریک ہونے، سرکاری عہدہ حاصل کرنے اور سرکاری سطح پر جملہ سرگرمیوں میں فرائض منصبی انجام دینے کا حق،

(ج) ملک کی سیاسی اور اجتماعی زندگی سے تعلق رکھنے والی انجمنوں اور غیر سرکاری تنظیموں میں شرکت کرنے کا حق،

شق۔8

فریق ریاستیں ایسے تمام ضروری اقدامات کریں گی جن کے تحت عورتوں کو مردوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر اور بلا امتیاز اپنی اپنی حکومتوں کی بین الاقوامی سطح پر نمائندگی کرنے کے مواقع حاصل کرنے اور بین الاقوامی تنظیموں کے کام میں شرکت کو یقینی بنایا جاسکے۔

شق۔9

(ا) فریق ریاستیں عورتوں کو مردوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر قومیت حاصل کرنے، بدلنے یا برقرار رکھنے کا حق دیں گی۔ وہ اس امر کو خصوصی طور پر یقینی بنائیں

اس حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ خاندانی بہبود اور معاشرتی ارتقاء کے عمل میں عورت کے عظیم کردار کو پوری طرح تسلیم نہیں کیا گیا، زچگی کی سماجی افادیت اور خاندان کی بہتری اور بچے کی پرورش میں والدین کے کلیدی کردار کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے، یہ امر جانتے ہوئے کہ نسل انسانی کے فروغ میں عورت کے کردار کو امتیازی سلوک کی بنیاد نہیں بننا چاہیے۔

گی کہ کسی غیر ملکی فرد کے ساتھ شادی کرنے یا شادی کے دوران خاوند کی طرف سے شہریت تبدیل کر لینے کے باعث بیوی کی شہریت تبدیل نہیں ہوگی اور اس کے باعث وہ شہریت سے محروم نہیں ہوگی اور نہ ہی خاوند کے ملک کی شہریت اس پر مسلط کی جاسکے گی۔

(ب) تاہم، فریق ریاستیں بچوں کی شہریت کے لحاظ سے عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیں گی۔

حصہ سوم

شق۔10

فریق ریاستیں عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کے انسداد کیلئے تمام مناسب اقدامات کریں گی تا کہ تعلیم کے شعبے میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے مساوی حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنایا جاسکے اور برابری کی بنا پر انہیں حسب ذیل مفادات یقینی طور پر میسر آسکیں۔

(ا) روزگار اور پیشہ ورانہ راہنمائی اور دیہی و شہری علاقوں میں قائم ہر قسم کے تعلیمی اداروں سے ڈپلومے اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے سازگار ماحول کا حصول، برابری کے اس استحقاق کو عورتوں کیلئے پرائمری سطح سے لے کر عام، فنی، پیشہ ورانہ اور اعلیٰ فنی تعلیم و تربیت کی سطح تک یقینی بنایا جانا۔

(ب) یکساں نصاب، ایک جیسے امتحانی نظام، یکساں تعلیمی استعداد کے حامل تدریسی عملے، یکساں معیاری سکولوں اور یکساں معیار کے ساز و سامان تک رسائی حاصل کرنا،

(ج) مردوں اور عورتوں کے کردار کے بارے میں قدامت پسندانہ تصورات کا ہر قسم کی تعلیم اور تعلیمی مدارج سے خاتمہ کرنا، یہ مقصد مخلوط تعلیم یا اس مقصد کیلئے ممد ثابت ہونے والے دیگر طریقہ ہائے تعلیم کی حوصلہ افزائی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ مقصد خصوصی طور پر نصابی کتب، تدریسی طریقوں اور سکول پروگراموں پر نظر ثانی سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔

(د) وظیفوں اور دیگر مطالعاتی اعانتوں سے استفادہ کرنے کے یکساں مواقع کا حصول آسان بنانا،

(ر) تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کیلئے تعلیم بالغاں، عملی تعلیم اور خواندگی افزا تعلیمی پروگراموں تک رسائی کے یکساں مواقع کا حصول، بالخصوص ایسے پروگراموں میں عورتوں کی شرکت کو یقینی بنانا جن کا مقصد، ابتدائی مرحلے میں یا جس قدر جلد ممکن ہو، عورتوں اور مردوں کے مابین تعلیمی تفاوت دور کرنا ہو۔

(ف) طالبات کے سکول چھوڑ جانے کی شرح کم کرنا اور ان خواتین اور لڑکیوں کے لئے تعلیمی پروگرام مرتب کرنا جو تکمیل تعلیم سے پہلے سکول چھوڑ چکی ہوں،

(گ) جسمانی تعلیم کے پروگراموں اور کھیلوں میں خواتین کی شرکت کے مساوی موقعوں کا حصول یقینی بنانا،

(ی) خاندانی منصوبہ بندی کی بابت مشاورت اور معلومات کے حصول سمیت خاندان کی صحت اور فلاح و بہبود کے بارے میں خصوصی تعلیم اور معلومات تک رسائی کا حصول آسان بنانا،

شق۔11

1۔ فریق ریاستیں وہ تمام مناسب اقدامات کریں گی جن کی بدولت حصول روزگار کے شعبے میں عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک اور تفاوت کا خاتمہ کیا جاسکے اور عورت اور مرد کی برابری کی بنا پر حسب ذیل حقوق کے حصول کو بالخصوص عورتوں کیلئے یقینی بنایا جاسکے،

(ا) بنی نوع انسان کے غیر متغیر حق کے طور پر کام کرنے کا حق،

(ب) روزگار کے یکساں مواقع پر حق، جس میں ملازمت میں انتخاب کے ایک جیسے معیاروں کا اطلاق شامل ہے،

(ج) روزگار اور پیشہ اختیار کرنے کا آزادانہ حق، ترقی، تحفظ روزگار، سماجی مفادات اور بہتر شرائط ملازمت حاصل کرنے کا حق، اور اعلیٰ فنی اور جاریہ فنون کی تربیت اور ہنر مندی کے حصول سمیت پیشہ ورانہ تربیت، دوبارہ اور مزید تربیت حاصل کرنے کا حق،

(د) مفادات سمیت مساوی معاوضہ، کام اور ایک جیسے کام میں مساوی سلوک اور کام کے یکساں معیار اور ارتقائی مراحل میں یکساں سلوک اور مساوی حیثیت حاصل کرنے کا حق،

(ر) سماجی تحفظ، بالخصوص ریٹائرمنٹ، بے روزگاری، بیماری، بڑھاپے یا کسی دیگر مجبوری/ معذوری کے باعث کام نہ کر سکنے کے دوران نیز بالمعاوضہ رخصت حاصل کرنے کا حق،

(ف) اپنی صحت کیلئے اور کام کے دوران تحفظ، بالخصوص تولیدی تقاضے پورے کرنے کے دوران سماجی و اقتصادی تحفظات حاصل کرنے کا حق،

2۔ شادی یا زچگی کی بناء پر عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک پر مبنی رویے کا تدارک کرنے اور کام کرنے کے حق کو مزید موثر بنانے کیلئے فریق ریاستیں بمطابق حسب ذیل موزوں اقدامات کریں گی۔

(ا) عورت کے حاملہ ہو جانے کی بنا پر یا رخصت زچگی حاصل کرنے کی صورت میں عورت کی ملازمت سے برطرفی کا امتناع کریں گی یا ایسے اقدامات پر پابندی عائد کریں گی نیز ازدواجی بنا پر نوکری سے عورت کی برطرفی کا انسداد کریں گی،

(ب) تنخواہ یا مناسب سماجی مفادات کے ساتھ رخصت زچگی کا طریقہ متعارف کرانا اور سابقہ نوکری، سنیارٹی الاؤنسز برقرار رکھنا،

(ج) ضروری امدادی اور سماجی خدمات کی فراہمی کے ذریعے والدین کو باہم مل کر خاندانی اور اجتماعی ذمہ داریاں انجام دینے کے قابل بنانا، اس ضمن میں بچے کی نگہداشت کی سہولتوں کا جال پھیلا کر اس تصور کو بالخصوص فروغ دینا،

(د) عورتوں کو حمل کے دوران تحفظ فراہم کرنا اور انہیں ایسے کام میں رعایت دینا جو ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہو،

3۔ اس دفعہ کے زمرے میں آنے والے امور کی بابت حفاظتی قانون سازی پر سائنسی اور فنی علوم کی روشنی میں نظر ثانی کی جائے گی اور جہاں ضروری ہو، مناسب اعادہ، تنسیخ یا توسیع کی جائے گی،

شق۔12

1۔ فریق ریاستیں صحت کے شعبے میں خواتین کے خلاف امتیازی سلوک ختم کرنے کیلئے تمام مناسب اقدامات کریں گی تاکہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر خاندانی منصوبہ بندی سمیت تحفظ صحت کی جملہ سہولتوں تک باآسانی رسائی حاصل ہو سکے،

2۔ شق ہذا کے پیرا (1) میں دی گئی مراعات کے علاوہ فریق ریاستیں خواتین کو حمل اور عرصہ جنم کے دوران اور بچے کی پیدائش کے بعد بھی مناسب سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنائیں گی، اس ضمن میں جہاں ضرورت پیش آئے مفت سہولت اور بچے کی پرورش کے دوران مناسب خوراک بھی مہیا کی جائے،

ضروری امدادی اور سماجی خدمات کی فراہمی کے ذریعے والدین کو باہم مل کر خاندانی اور اجتماعی ذمہ داریاں انجام دینے کے قابل بنانا، اس ضمن میں بچے کی نگہداشت کی سہولتوں کا جال پھیلا کر اس تصور کو بالخصوص فروغ دینا۔

شق۔13

فریق ریاستیں اقتصادی اور سماجی زندگی کے دیگر شعبوں میں عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے کے لئے اقدامات کریں گی تاکہ انہیں بمطابق حسب ذیل، مردوں کے ساتھ برابری کی بنا پر یکساں حقوق حاصل ہو سکیں۔

(ا) خاندان کے لئے مفادات کے حصول کا حق،

(ب) بنک قرضے، رہن کے ذریعے قرضہ یا دیگر مالی مفادات حاصل کرنے کا حق،

(ج) تفریحی سرگرمیوں، کھیلوں اور ثقافتی سرگرمیوں میں شرکت کرنے کا حق،

شق۔14

1۔ فریق ریاستیں دیہی خواتین کو درپیش مخصوص مسائل اور شمار میں نہ لائے جانے والے اقتصادی شعبوں سمیت دیہی خواتین کے اس کردار پر بھی غور کریں گی جو وہ اپنے خاندانوں کی اقتصادی کفالت کے لئے انجام دے رہی ہیں، فریق ریاستیں دیہی علاقوں پر بھی اس معاہدے کے اطلاق کیلئے مناسب اقدامات کریں گی،

2۔ فریق ریاستیں دیہی علاقوں میں خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کا تدارک کرنے کیلئے تمام مناسب اقدامات کریں گی تاکہ مردوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر خواتین بھی دیہی ترقی کے ثمرات سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔ اس ضمن میں فریق ریاستیں خواتین کو حسب ذیل حقوق کی فراہمی یقینی بنائیں گی۔

(ا) تمام سطحوں پر ترقیاتی منصوبوں کی تیاری اور عمل درآمد میں شریک ہونے کا حق،

(ب) خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں معلومات، مشاورت اور خدمات کے حصول سمیت تحفظ صحت کی خاطر خواہ سہولتیں حاصل کرنے کا حق،

(ج) سماجی تحفظ کے پروگراموں سے براہ راست استفادہ کرنے کا حق،

(د) عملی خواندگی سمیت غیر رسمی اور رسمی تعلیم کی جملہ اقسام سے استفادہ کرنے اور کمیونٹی کی طرف سے پیش کردہ توسیعی خدمات سے مفادات حاصل کرنے کا حق تاکہ عورتوں کی فنی استعداد میں اضافہ ہو سکے،

(ر) اپنی مدد آپ کے تحت گروپ بندی یا تنظیمیں قائم کرنے کا حق تاکہ ملازمت یا خود روزگاری کے ذریعے خواتین کو اقتصادی بہتری کے مساوی مواقع میسر آ سکیں،

(ف) کمیونٹی کی تمام سرگرمیوں میں شرکت کا حق

(گ) زرعی قرضوں، کاروباری سہولتوں تک رسائی اور مناسب ٹیکنالوجی، زرعی اصلاحات اور اشتمال اراضی کی سکیموں سے استفادہ کرنے کا حق،

(ی) مناسب رہائشی سہولتوں، بالخصوص رہائش، نکاسیٔ آب، بجلی، پانی، ٹرانسپورٹ اور دیگر مواصلاتی وسائل سے استفادہ کرنے کا حق،

حصہ چہارم

شق۔15

1۔ فریق ریاستیں قانون کی نظر میں خواتین کو مردوں کے مساوی حیثیت عطا کریں گی۔

2۔ فریق ریاستیں سول معاملات میں خواتین کو مردوں سے مماثل قانونی حیثیت دینے اور اسے بروئے کار لانے کے مساوی مواقع فراہم کریں گی، بالخصوص خواتین کو معاہدات طے کرنے اور جاگیروں کا انتظام کرنے کا مساوی حق دیں گی اور عدالتی کارروائی کے تمام مراحل میں ان کے ساتھ مساوی سلوک کریں گی،

3۔ فریق ریاستیں اتفاق کرتی ہیں کہ قانونی تاخیر کے حامل ایسے تمام معاہدات یا نجی ضوابط جو خواتین کی قانونی حیثیت کو محدود کرتے ہوں بے اثر اور کالعدم تصور کیے جائیں گے،

4۔ فریق ریاستیں لوگوں کی آمدورفت اور رہائش یا سکونت کے چناؤ سے متعلق قانون میں خواتین اور مردوں کو مساوی حقوق عطا کریں گی۔

شق۔16

1۔ فریق ریاستیں شادی اور خاندانی تعلقات کے معاملات میں خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمہ کیلئے تمام مناسب اقدامات کریں گی اور عورتوں کو مردوں کے ساتھ برابری کی بنا پر بالخصوص، حسب ذیل حقوق کی ادائیگی یقینی بنائیں گی،

(ا) شادی کرنے کا یکساں حق،

(ب) شوہر کے آزادانہ چناؤ اور خواہش کے مطابق شادی کرنے کا حق،

(ج) ازدواجی زندگی کے دوران اور شادی کے خاتمہ کے وقت یکساں حقوق اور ذمہ داریاں ادا کرنے کا حق،

(ر) والدین ازدواجی حیثیت کے قطع نظر، اپنے بچوں سے متعلق معاملات میں بچوں کے مفادات کو بہرصورت مقدم رکھیں گے۔

(ر) بچوں کی تعداد اور پیدائش میں وقفے سے متعلق آزادی اور ذمہ داری سے فیصلہ کرنے کا حق، اور ان حقوق کے مناسب استعمال کیلئے مطلوبہ معلومات، تعلیم اور وسائل سے استفادہ کرنے کا حق،

(ن) بچوں کے بارے میں سرپرستی، نگرانی، امانت داری یا سپرداری حاصل کرنے کے یکساں حقوق اور ذمہ داریاں ادا کرنے کا حق یا ایسے اداروں کے بارے میں یکساں حقوق اور ذمہ داریاں ادا کرنے کا حق جہاں قومی سطح پر قانون سازی کے ایسے تصورات موجود ہوں تاہم ہرصورت میں بچوں کے مفادات مقدم سمجھے جائیں گے۔

(گ) میاں اور بیوی کی حیثیت سے ذاتی حقوق بشمول خاندانی نام پیشہ یا روزگار اپنانے کے یکساں ذاتی حقوق،

(ل) جائیداد کی ملکیت، حصول انتظام، اس کی خرید و فروخت خواہ یہ بلا لاگت ہو یا قیمت وصول کرنے کی غرض سے ہو اور اس کا بندوبست کرنے کے سلسلے میں خاوند اور بیوی کو یکساں حقوق کی ادائیگی،

2۔ کسی بچے کی منگنی یا شادی کا کوئی قانونی اثر نہیں ہوگا، اور قانون سازی سمیت تمام ایسے ضروری اقدامات کئے جائیں گے جن کے تحت شادی کی کم سے کم عمر کا تعین ہو سکے اور سرکاری ریکارڈ میں شادی کا اندراج لازمی ہو سکے۔

حصہ پنجم

شق۔17

1۔ معاہدہ ہذا پر عمل درآمد کا جائزہ لینے کیلئے خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کی انسدادی کمیٹی (جس کا حوالہ بعدازاں بطور کمیٹی دیا جائے گا) قائم کی جائے گی۔ یہ کمیٹی معاہدے میں شمولیت کے موقع پر 18 ارکان پر مشتمل ہوگی جبکہ معاہدے کی توثیق یا معاہدے میں 35ویں ریاست کے بطور فریق شامل ہوجانے کے بعد 23 ایسے ماہرین پر مشتمل ہوگی جو معاہدے کے زمرے میں آنے والے موضوعات پر دسترس رکھتے ہوں اور اعلیٰ اخلاق قدروں کی پاسداری کرنے کی شہرت کے حامل ہوں۔ فریق ریاستیں اپنے شہریوں میں سے ان ماہرین کا انتخاب کریں گی اور وہ ذاتی حیثیت میں کام کریں گے۔ تاہم اس انتخاب میں مساوی جغرافیائی تقسیم اور مختلف تہذیبوں کی نمائندگی اور صفِ اول کے قانونی نظاموں کو مناسب ترجیح دی جائے گی۔

بچوں کے بارے میں سرپرستی، نگرانی، امانت داری یا سپرداری حاصل کرنے کے یکساں حقوق اور ذمہ داریاں ادا کرنے کا حق یا ایسے اداروں کے بارے میں یکساں حقوق اور ذمہ داریاں ادا کرنے کا حق جہاں قومی سطح پر قانون سازی کے ایسے تصورات موجود ہوں تاہم ہرصورت میں بچوں کے مفادات مقدم سمجھے جائیں گے۔

2۔ فریق ریاستوں کی طرف سے نامزد کردہ افراد کی فہرست میں سے خفیہ رائے دہی کے ذریعے کمیٹی کے ارکان کا انتخاب کیا جائے گا۔ ہر ریاست اپنے لوگوں میں سے صرف ایک فرد کی نامزدگی کر سکتی ہے۔

3۔ ابتدائی انتخاب معاہدہ نافذ العمل ہونے کی تاریخ کے چھ ماہ بعد منعقد کیا جائے گا۔ ہر انتخاب کی تاریخ سے تین ماہ قبل سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ فریق ریاستوں کو ایک چٹھی لکھیں گے اور انہیں دو ماہ کے عرصے میں نامزدگیاں داخل کرانے کی دعوت دیں گے۔ نامزد ہونے والے تمام افراد کے ناموں کی فہرست سیکرٹری جنرل انگریزی حروف تہجی کی ترتیب میں تیار کریں گے اور چٹھی میں نامزدگی بھیجنے والی ریاستیں بھی ظاہر کی جائیں گی۔ یہ فہرست فریقوں کو ارسال کی جائے گی،

4۔ کمیٹی کے ارکان کا انتخاب سیکرٹری جنرل کی دعوت پر طلب کردہ فریق ریاستوں کے اجلاس میں اقوام متحدہ کے صدر دفتر میں ہوگا۔ اس اجلاس میں جس کی دو تہائی ارکان کی حاضری لازمی ہوگی، نامزد افراد میں سے ایسے ارکان کا انتخاب عمل میں لایا جائے گا جو زیادہ ووٹ حاصل کریں گے۔

5۔ کمیٹی کے ارکان 4 سال کی مدت کیلئے منتخب کئے جائیں گے، تاہم پہلے اجلاس میں منتخب شدہ 9 ارکان کی میعاد عہدہ دو سال پورے ہونے پر ختم ہوجائے گی، ابتدائی انتخاب کے فوراً بعد چیئرمین کمیٹی قرعہ اندازی کے ذریعے ان نو ارکان کا انتخاب کریں گے۔

6۔ کمیٹی کے پانچ اضافی ارکان کا انتخاب شق ہذا کے پیراگراف 2`3 اور 4 کے مطابق 35 ویں توثیق یا رکنیت کے حصول کے بعد کیا جائے گا۔ اس موقع پر منتخب ہونے والے دو اضافی ارکان کی میعاد دو سال پورے ہونے پر ختم ہوجائے گی ان دو ارکان کا انتخاب بھی کمیٹی کے چیئرمین قرعہ اندازی کے ذریعے پہلے کر چکے ہوں گے،

7۔ اتفاقیہ آسامی پر کرنے کیلئے وہ فریق ریاست اپنے شہریوں میں سے کسی ایک کی نامزدگی ارسال کرے گی جس کے نمائندے کی کمیٹی رکن کے طور پر میعاد ختم ہو چکی ہو تاہم یہ نامزدگی کمیٹی کی منظوری کے تابع ہوگی،

8۔ کمیٹی کے ارکان جنرل اسمبلی کی منظوری سے اقوام متحدہ کے مسائل سے ایسی شرائط کے تحت معاوضہ وصول کریں گے جن کا فیصلہ کمیٹی کی ذمہ داریوں کی افادیت کے پیش نظر جنرل اسمبلی کرے گی،

9۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل موجودہ معاہدے کے مطابق کمیٹی کی کارکردگی کو موثر طور پر چلانے کیلئے ضروری عملہ اور سہولتیں فراہم کریں گے۔

شق۔18

1۔ فریق ریاستیں عہد کرتی ہیں کہ وہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو کمیٹی میں زیر غور لائے جانے کیلئے ان تمام قانونی، عدالتی، انتظامی اور دیگر اقدامات کے بارے میں رپورٹ پیش کریں گی جو اس معاہدے کی شرائط پر عمل درآمد کیلئے یا اس ضمن میں پیش رفت حاصل کرنے کے لئے کئے گئے ہوں، یہ رپورٹ:۔

(ا) معاہدے میں شامل فریق ریاست اپنی شمولیت کے

ایک سال بعد پیش کرے گی اور پھر

(ب) اس کے بعد ہر چار سال بعد یا جب کمیٹی طلب کرے، ایسی رپورٹ پیش کرتی رہے گی۔

2۔ رپورٹ میں ایسے عوامل اور مشکلات کی نشاندہی کی جائے گی جو معاہدہ ہذا کے تقاضوں کی بجا آوری میں رخنہ انداز ہو رہے ہوں،

شق۔19

1۔ کمیٹی اپنے قواعد و ضوابط مرتب کرے گی،

2۔ کمیٹی اپنے افسروں کو دو سال کی مدت کے لئے منتخب کرے گی،

شق۔20

1۔ کمیٹی کے سالانہ اجلاس کی میعاد دو ہفتوں سے زائد نہیں ہوگی، اور اس میں معاہدہ ہذا کی دفعہ 18 کے تحت پیش کردہ رپورٹوں پر غور کیا جائے گا،

2۔ کمیٹی کا اجلاس بالعموم اقوام متحدہ کے صدر دفتر میں یا سہولت کی غرض سے کمیٹی کے مقرر کردہ کسی دیگر مقام پر منعقد ہوگا،

شق۔21

1۔ کمیٹی اپنی سرگرمیوں کے بارے میں ہر سال اقتصادی و سماجی کونسل کے ذریعے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کو رپورٹ پیش کرے گی اور فریق ریاستوں کی طرف سے موصول ہونے والی رپورٹس اور معلومات کا جائزہ لے کر مناسب تجاویز اور سفارشات تیار کرے گی، ایسی تمام تجاویز اور سفارشات فریق ریاستوں کے تبصرے، اگر کوئی ہو، کے ہمراہ کمیٹی کی سالانہ رپورٹ میں شامل کی جائیں گی،

2۔ سیکرٹری جنرل کمیٹی کی یہ رپورٹس بغرض اطلاع ''خواتین کی حیثیت سے متعلق کمیشن'' کو ارسال کریں گے،

شق۔22

ماہرین کی ایجنسیوں کو نمائندگی کا استحقاق اس وقت دیا جائے گا جب معاہدہ ہذا کے تحت ان کے دائرہ کار میں آنے والی سرگرمیوں کے بارے میں ان کی تعمیلی رپورٹس زیر غور لائی جائیں گی، تاہم کمیٹی معاہدے پر عمل درآمد کے سلسلے میں ماہرین کو ان سرگرمیوں کے بارے میں کارکردگی رپورٹ پیش کرنے کی دعوت دے سکتی ہے جو ان کے دائرہ کار میں آتی ہوں،

حصہ ششم

شق۔23

معاہدہ ہذا میں شامل کوئی بھی امر خواتین اور مردوں کے درمیان برابری کے حصول کیلئے کی جانے والی کسی ایسی کارروائی یا اقدام پر اثر انداز نہیں ہوگا جو:۔

(ا) کسی فریق ریاست کی قانون سازی میں شامل ہو،

(ب) کسی ایسے بین الاقوامی معاہدے، میثاق یا عہدنامے میں شامل ہو جو متعلقہ فریق ریاست میں نافذ العمل ہو،

شق۔24

فریق ریاستیں عہد کرتی ہیں کہ وہ معاہدہ ہذا میں تسلیم کردہ حقوق کی مکمل قبولیت اور حصول کیلئے قومی سطح پر تمام ممکن اقدامات کریں گی،

شق۔25

1۔ معاہدہ ہذا تمام ریاستوں کو بغرض دستخط پیش کیا جا رہا ہے،

2۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو معاہدہ ہذا کے امین کی ذمہ داری سونپی گئی ہے،

3۔ معاہدہ ہذا پر عمل درآمد توثیق کے تابع ہے اور دستاویز توثیق سیکرٹری جنرل اقوامِ متحدہ کی تحویل میں دے دی جائیں گی،

4۔ معاہدہ ہذا تمام ریاستوں کے الحاق کیلئے کھلا رہے گا تاہم الحاق اس وقت اطلاق پذیر تصور کیا جائے گا جب الحاق کی دستاویزات سیکرٹری جنرل کے حوالے کر دی جائیں گی۔

شق۔26

1۔ کوئی بھی فریق ریاست معاہدہ ہذا پر کسی وقت بھی نظر ثانی کرنے کی استدعا کرسکتی ہے، تاہم اس مقصد کیلئے متعلقہ ریاست کو سیکرٹری جنرل اقوامِ متحدہ کے نام ایک تحریر دینا ہوگی،

2۔ اس قسم کی درخواست موصول ہونے پر ضروری اقدام۔ اگر کوئی ہو، کرنے کا فیصلہ اقوامِ متحدہ کے جنرل سیکرٹری کریں گے،

شق۔27

1۔ معاہدہ ہذا کا عملی اطلاق اس تاریخ سے ایک ماہ (30 دن) بعد شروع ہو جائے گا جس تاریخ کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو بیسویں توثیق کی دستاویزات یا 20 ویں الحاق کے کاغذات وصول ہوں گے،

2۔ تیسویں (30) توثیق کی دستاویزات یا 30 ویں الحاق کی دستاویز موصول ہونے کے بعد توثیق کرنے یا معاہدے میں شامل ہونے والی ریاست پر معاہدے کا اطلاق اس تاریخ کے تیس (30) دن بعد ہوگا۔ جس تاریخ کو اس (ریاست) نے توثیق کی بابت اپنی دستاویزات جمع کرائی ہوں یا معاہدے سے الحاق کا اعلان کیا ہو،

شق۔28

1۔ معاہدے کی توثیق یا اس سے الحاق کے وقت مختلف ریاستوں کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات سیکرٹری جنرل اقوامِ متحدہ وصول کریں گے اور ان کا متن حسب ضرورت فریق ریاستوں کو جاری کریں گے،

2۔ معاہدے کے اغراض و مقاصد سے مطابقت نہ رکھنے والا کوئی اعتراض داخل کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی،

3۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے نام ارسال کردہ نوٹیفکیشن کے ذریعے اعتراضات کسی وقت بھی واپس لئے جاسکتے ہیں، ایسے نوٹیفکیشن کے بارے میں سیکرٹری جنرل تمام ریاستوں کو مطلع کریں گے۔ تاہم ایسے نوٹیفکیشن کا اطلاق اس تاریخ سے ہوگا جس تاریخ کو وہ سیکرٹری جنرل کے دفتر میں وصول ہوگا،

شق۔29

1۔ معاہدہ ہذا کی تشریح اطلاق یا تاویل کے بارے میں دو یا زیادہ فریق ریاستوں کے مابین سر اٹھانے والا کوئی ایسا تنازعہ جو گفت و شنید سے طے نہ ہو سکے، ان میں سے کسی ایک ریاست کی درخواست پر ثالثی کیلئے پیش کیا جائے گا، اگر ثالثی کیلئے دائر کردہ درخواست کی تاریخ سے لے کر چھ ماہ کے اندر فریق ریاستیں ثالث ادارے کی تشکیل پر راضی نہ ہوسکیں تو ان میں سے کوئی ایک فریق ریاست حصولِ انصاف کیلئے تنازعہ عالمی عدالتِ انصاف میں عدالت کے قواعد و ضوابط کے مطابق پیش کرسکتی ہے،

2۔ معاہدہ ہذا پر دستخط کرنے، اس کی توثیق کرنے یا معاہدے سے الحاق کرتے وقت اگر کوئی فریق ریاست (چاہے تو) اس دفعہ کے پیراگراف (ا) کی پابندی نہ کرنے کا اعلان کرسکتی ہے، تاہم دوسری ریاستیں بھی اس قسم کا اعلان کرنے والی ریاست کے سلسلے میں مذکورہ پیرے کی پابند نہیں ہوں گی،

3۔ شق ہذا کے پیراگراف (2) کے تحت اعتراض یا اختلاف کا اعلان کرنے والی کوئی فریق ریاست اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو نوٹیفکیشن ارسال کرکے اپنا اعتراض کسی وقت بھی واپس لے سکتی ہے۔

شق۔30

موجودہ معاہدہ جس کے عربی، چینی، انگریزی، فرانسیسی، روسی اور اطالوی زبانوں میں متن مساوی طور پر مستند ہیں، سیکرٹری جنرل اقوامِ متحدہ کی تحویل میں رکھا جائے گا۔

’’گورے اور کالے رنگ کی تفریق نہ جانے ہم نے کہاں سے سیکھی‘‘

ڈاکٹر طاہرہ کاظمی

وہ ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی، گالوں پر پھسلتے آنسوؤں میں ہمارا دل بھیگتا جاتا تھا۔

’امی، سب سے اچھا میں نے پرفارم کیا۔ سب کا کہنا یہی تھا پھر بھی مجھے نہیں چنا گیا ایلس ان ونڈر لینڈ کے لیے۔‘

’بیٹا کوئی رول تو ملا ہوگا نا؟‘

’ہاں امی، سائیڈ رول، ہر بار وہی ملتا ہے، ایکسٹرا کا، ایک گروپ میں ڈانس کرنے والا؟‘

’کوئی بات نہیں بیٹا، اگلی بار سہی۔‘

’نہیں ماں، میں نے سب سے اچھی ایکٹنگ کی تھی، مجھے ایلس بننا تھا۔‘

’بیٹا دل بڑا کرو۔ ہوسکتا ہے دوسری بچی نے زیادہ اچھا کیا ہو۔‘

’نہیں ماں، سب کہہ رہے تھے کہ اُس کی ایکٹنگ اچھی نہیں تھی مگر شاید وہ ایلس بن کر اچھی لگے گی اسٹیج پر۔۔۔‘

’کیوں؟‘

’وہ۔۔۔وہ۔۔۔‘

’ہاں کہو بیٹا۔‘

’امی، وہ گوری ہے بہت، بال بھی سنہری سنہری اور میرا رنگ ویسا نہیں۔‘

دل ایک ثانیے کو دھڑکنا بھول گیا۔

’بیٹا گورے رنگ سے کچھ نہیں ہوتا۔ تم دیکھو تمہاری آنکھیں کس قدر خوبصورت ہیں، تمہاری ناک کتنی پیاری ہے اور بال بھی اتنے گھنے ہیں۔‘

’نہیں ماں رنگ تو اتنا ڈارک ہے میرا۔ یہ دیکھیں آپ کا بازو اور میرا بازو۔ سفید فراک پہن کر اچھی ہی نہیں لگتی میں۔‘

وہ بازو پھیلائے کھڑی تھی اور ظالم وقت ہمیں کچھ یاد کروا رہا تھا۔

’میں ہوں گورے جدِ امجد کی بیٹی اور آپ کالے کی بیٹی۔‘

جھوم جھوم کر وہ بچی یہ زہریلے الفاظ کہتے نہ تھکتی اور کالے جدِ امجد کی بیٹی چپ چاپ اسے دیکھتی رہتی۔

اعتراف کرنے دیجیے کہ بچپن میں آئینے اور گوری رنگت نے ہمیں خود پرست بنا دیا تھا۔ گورے اور کالے رنگ کی تفریق نہ جانے ہم نے کہاں سے سیکھی؟

ماں باپ سے؟ شاید۔

رشتے دار؟ زیادہ ممکن۔

ہمسائے، احباب؟ ممکن۔

نوآبادیاتی کلچر کا اثر؟ سو فیصد۔

ہمارے ابا بہت صاف رنگ کے مالک تھے یوں لگتا جیسے کسی انگریز کی اولاد ہوں، مگر اماں سانولی تھیں۔ سو نتیجہ یہ کہ کچھ بچے بہت گورے، کچھ سانولے اور کچھ درمیانے۔

ہم پڑے ابا پر اور آپا اماں پر۔ ٹھہرے نادان، کیسے سمجھتے کہ یہ جینز کا کھیل ہے، اسے ذاتی مان سمجھ بیٹھے۔ اٹھکیلیاں سوجھیں اور اٹھلا اٹھلا کر گورے جدِ امجد کی اولاد بن بیٹھے۔ آپا سدا کی صابر، کبھی نہ کہا کہ چھٹکی میری جگہ تم بھی ہوسکتی تھیں۔

ہماری زندگی کا سفر آگے اور آگے بڑھتا گیا۔ شادی ہوئی، شوہر سانولے، بچی پیدا ہوئی تو روئی کا گالا، جو دیکھے چومنے چاٹنے کو تیار۔ گڑیا جیسی بچی کی پکار ہر طرف۔ ہماری گردن کو مزید کلف لگتا جاتا کہ بچی کی گوری رنگت کا سہرا بھی ہمارے سر ہی باندھا گیا کہ ’ماں جو اتنی گوری ہے‘۔

آپا بولیں نہیں اور ہماری زبان کسی نے پکڑی نہیں الٹا ہلا شیری دینے والے بے شمار۔ ’چھوٹی تو میدے گلاب سے بنی ہے، اوپر سے سیاہ کالے بال اور بھوری سی آنکھیں۔ بڑی؟ اچھی ہے پر رنگ کچھ کم ہے۔ تبت اسنو استعمال کروا کر دیکھو، ہاں وہی اشتہار والی۔ کالے رنگ نوں گورا کردے تے گورے نوں چن ورگا‘۔

نہ جانے اماں کیوں نہیں کہہ سکیں کہ نہیں چاہیے مجھے چن ورگی۔۔۔ نہیں لگانی مجھے اسے تبت اسنو۔ مگر ہم ایسے تھڑدلے کہ دن رات یہ راگ گانے لگے گورا چن ورگا۔ ہم جانتے ہی نہیں تھے کہ چن تو مانگے کی روشنی پر چاندنی بکھیرتا ہے، پاس اس کے کچھ بھی نہیں۔

یاد نہیں کون؟ شاید بھائی، جس کا دل گوری رنگت کے راگ سے خوب جلا ہوگا اور انہوں نے ہمیں زیر کرنے کی ٹھانی کہ ’گوری گوری، گونہہ کی بوری، گوری گوری، گونہہ کی بوری‘۔

لیکن ہماری گوری رنگت جس جگہ تک ہمیں پہنچا چکی تھی وہاں ایسی جلی کٹی کا اثر کیسے پہنچتا۔ آپا اپنے خول میں سمٹتی گئیں اور ہم ہر طرف پھیلتے گئے۔

سچ پوچھیں تو ہمیں کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ آپا کے لیے ہم کتنی بڑی آزمائش بن کر اترے تھے۔ گوری رنگت نے ساری عمر ہمیں ایک پیڈسٹل پر چڑھا کر رکھا۔ رنگت کے ساتھ باتیں بگھارنا بھی جانتے تھے سو جانِ محفل بننے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی۔

شادی بیاہ میں گائے جانے والے گیت بھی ہمارا ساتھ دیتے۔۔۔ ’گورا رنگ نہ کسی نوں رب دیوے، کہ سارا پنڈ ویر پے گیا، بلّے بلّے‘۔

پنڈ سے یاد آیا، گاؤں جاتے ہوئے اماں تبت اسنو کی کچھ بوتلیں ساتھ رکھ لیتیں۔ بہت سی ماؤں کو اپنی بیٹیاں چن ورگی بنوانی تھیں۔ وقت کے پھیر میں تبت اسنو کی جگہ فیئر اینڈ لَولی آگئی اور بے شمار اشتہار کہ گوری دلہن بننے کے لیے فیئر اینڈ لَولی لازمی ہے۔ زمانے نے کچھ کریموں کا مرکب بھی بکتے ہوئے دیکھا، آرچی کریم، اسٹیرائڈز۔۔۔ گوری رنگت حاصل کرنے کا مجرب نسخہ۔ نہ جانے کتنی لڑکیوں کی محرومی بڑھی اور نہ جانے کتنی لڑکیوں نے اپنی خوبصورت اور بے داغ رنگت کو داغدار بنا ڈالا۔

پھر چٹ منگنی پٹ بیاہ کروانے کا بھی نسخہ تو یہی تھا نا کہ گوری لڑکی، جو اندھیرے میں بھی نظر آئے۔

ہماری زندگی کا سفر آگے اور آگے بڑھتا گیا۔ شادی ہوئی، شوہر سانولے، بچی پیدا ہوئی تو روئی کا گالا، جو دیکھے چومنے چاٹنے کو تیار۔ گڑیا جیسی بچی کی پکار ہر طرف۔ ہماری گردن کو مزید کلف لگتا جاتا کہ بچی کی گوری رنگت کا سہرا بھی ہمارے سر ہی باندھا گیا کہ ’ماں جو اتنی گوری ہے‘۔

لیکن وہ جو اوپر بیٹھا ہے اسے ترازو کے پلڑے برابر تو کرنے تھے۔ دوسری بچی انتہائی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوئی۔ ہمارے جگر کا ٹکڑا، آنکھوں کا نور، دل کا سرور۔ ہم بہت خوش۔

’ایں یہ کیا‘، لوگ دیکھ کر چپ ہوجاتے۔ ’بڑی جیسی نہیں، بڑی تو برف کا گالا تھی یا روئی کا گالا۔۔۔ اس کی رنگت دب گئی‘۔

’ایں دبی ہوئی رنگت۔۔۔ کہاں؟ کدھر؟ ایسی من موہنی شکل ہے اس کی کہ دل میں گھستی جائے‘۔

کچھ نسخے بھی دیے جانے لگے، پہلے 40 دن میں ہی منہ پر میدے کی روٹی بنا کر ملو، رنگ نکھر جائے گا۔ فلاں ممانی نے بیٹیوں کے رنگ ایسے ہی چمکائے تھے۔

کیوں ملوں منہ پر میدہ؟ ضرورت کیا ہے؟ رنگت سانولی ہے، تو کیا؟ جلد میں میلانین زیادہ ہے تو کمتر کیسے ہوگئی یہ؟ ہم اماں اور آپا تو تھے نہیں کہ بچے کی رنگت پر ہونے والے تبصرے کو جام شیریں سمجھ کر پی جاتے۔ 'دیکھیں جی، میری عزیز از جان اولاد ہے یہ، میرے جسم کا ایک ٹکڑا، جسمانی و ذہنی طور پر تندرست۔ کیا ہوا اگر رنگت شلجم کی طرح نہیں۔۔۔رنگ سے کیا فرق پڑتا ہے؟'

کیا واقعی؟ دل نے چٹکی بھری۔ سویا ہوا ماضی جاگ گیا۔

'میں گورے جدِ امجد کی بیٹی، آپ کالے کی'۔ اپنی سنگدلی یاد آئی، گو کہ بچپن تھا لیکن یہ سیکھا کہاں سے ہم نے؟

کلچر، دوست احباب، رشتے دار جو جلد کی سفیدی کو پوجتے نہیں تھکتے تھے۔ کالا پرے کرو، گوری رنگت کو سات خون معاف؟

ہمیں سبق سکھانا مقصود تھا سو سکھا دیا گیا۔ لیکن ہر گام پر کچھ نہ کچھ تیر لگنا باقی تھے۔ بیٹی کی کسک دل کو زخم دیتی تھی۔ یاد ہے خوب جب کسی نے اسے کالو پکارا اور ہمارا دل چاہا کہ زبان کھینچ لیں۔ اور وہ لمحے جب وہ بستر میں ساتھ لیٹی ہوتی اور یہ سمجھتے ہوئے کہ ہم دیکھ نہیں رہے، ہولے سے اپنا بازو ہمارے بازو کے ساتھ رکھ دیتی۔ ہم جان کر بھی انجان بن جاتے۔ پھر وہ سوال کہ میں آپ تینوں سے مختلف کیوں؟ دل بیٹھ جاتا مگر جواب ہم بھی ڈھونڈھ لیتے، 'کیونکہ تم خاص ہو، خاص الخاص۔۔۔ ہم عام لوگ، ایک جیسے'۔ سانولی سلونی میری شہزادی، خاص الخاص۔

'نہیں امی، آپ سب پیارے ہیں، میں نہیں'

'جتنی پیاری تم ہو اتنا کوئی نہیں'

'کوئی نہیں جی اسکول میں تو کوئی مجھے پیارا نہیں سمجھتا، گوری رنگت والی بچیوں کو ڈرامے میں بڑا رول ملتا ہے'۔

'سنڈریلا؟ گوری ہونی چاہیے تب ہی تو شہزادے کو اچھی لگے گی۔ ایلس ان ونڈر لینڈ۔ گوری رنگت اور سنہرے بالوں والی تاکہ اسٹیج پر خوب چمک دمک ہو، سفید فراک اس پر جچے اور اسنو وائٹ۔ وہ تو ہے ہی اسنو وائٹ، اس کردار کے لیے تو بچی کو الٹرا وائٹ ہونا چاہیے۔ ہے نا امی؟'

کیا بچوں کی کسی کہانی کا کردار ایسا بھی ہے جو وائٹ نہ ہو؟

انگریزوں کی کالونی بن کر ہم نے کچھ اور سیکھا ہو یا نہیں لیکن سفید رنگ سے مرعوب اس قدر ہوئے کہ یہ حسن کی نشانی ٹھہرا اور گورا ہونا عام لوگوں کی نسبت خاص بنا۔

کیوں؟ کیا ہے ایسا بھلا شلجم جیسی پھیکی رنگت میں۔ جلد کی رنگت میں اگر رنگ بنانے والا مادہ میلانین کم ہو یا زیادہ، اسے انسانی اوصاف تولنے کے لیے کیوں استعمال کیا جانے لگا؟ دُور دیس سے آنے والا اجنبی حاکم کالی رنگت والے مقامی سے بہتر کیسے؟ اور اگر وہ ایسے ہی بہتر تھے تو کالوں کے دیس میں آئے کیوں؟

لمبی بحث ہے، چھوڑیے، فی الوقت تو یہ کہنا ہے کہ گوری رنگت کے سراب سے نکل آئیے اور اپنے بچے کو یقین دلائیے کہ رنگ میں کچھ نہیں رکھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج کالی رنگت والا رشی سوناک لاکھوں گوروں کا حکمران نہ ہوتا۔ کالا شاہ کالا، ساڈھا کالا اے سردار تے گوریاں نوں دفع کرو!

ڈاکٹر طاہرہ کاظمی پیشے کے اعتبار سے کنسلٹنٹ گائناکالوجسٹ ہیں۔ آپ اردو بلاگ نگاری اور پنجابی زبان میں شاعری بھی کرتی ہیں۔ آپ کی دو کتابیں بعنوان 'مجھے فیمینسٹ نہ کہو' اور 'کنول پھول اور تتلیوں کے پنکھ' بھی شائع ہو چکی ہیں۔ آپ نے گائنی فیمنزم کا خیال پیش کیا ہے۔ آپ سمجھتی ہیں کہ خواتین کو اس وقت تک بااختیار نہیں بنایا جا سکتا جب تک وہ معاشرتی ممنوعات کو توڑتے ہوئے اپنے جسم کے بارے میں کھل کر بات نہ کر سکیں۔

(بشکریہ ڈان)

انگریزوں کی کالونی بن کر ہم نے کچھ اور سیکھا ہو یا نہیں لیکن سفید رنگ سے مرعوب اس قدر ہوئے کہ یہ حسن کی نشانی ٹھہرا اور گورا ہونا عام لوگوں کی نسبت خاص بنا۔ کیوں؟ کیا ہے ایسا بھلا شلجم جیسی پھیکی رنگت میں۔ جلد کی رنگت میں اگر رنگ بنانے والا مادہ میلانین کم ہو یا زیادہ، اسے انسانی اوصاف تولنے کے لیے کیوں استعمال کیا جانے لگا؟ ڈاکٹر طاہرہ کاظمی پیشے کے اعتبار سے کنسلٹنٹ گائناکالوجسٹ ہیں۔ آپ اردو بلاگ نگاری اور پنجابی زبان میں شاعری بھی کرتی ہیں۔ آپ کی دو کتابیں بعنوان 'مجھے فیمینسٹ نہ کہو' اور 'کنول پھول اور تتلیوں کے پنکھ' بھی شائع ہو چکی ہیں۔ آپ نے گائنی فیمنزم کا خیال پیش کیا ہے۔ آپ سمجھتی ہیں کہ خواتین کو اس وقت تک بااختیار نہیں بنایا جا سکتا جب تک وہ معاشرتی ممنوعات کو توڑتے ہوئے اپنے جسم کے بارے میں کھل کر بات نہ کر سکیں۔

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

گل مکئی کی کامیابی

توصیف احمد خان

دہشت گردی کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے، ہم امن چاہتے ہیں۔ 2012 کا دور واپس نہیں آنے دیں گے۔ ریاست ہمیں ایسا ہی تحفظ فراہم کرے جیسا پنجاب اور دیگر صوبوں میں عوام کو فراہم کیا جاتا ہے۔

پاکستان کے سوئٹزرلینڈ سوات کے مرکزی شہر مینگورہ کے مرکزی چوک میں ہزاروں افراد بچوں کو اسکول سے جانے والی وین کے ڈرائیور کی ہلاکت اور دو بچوں کے زخمی ہونے پر احتجاج کر رہے تھے۔ دہشت گردوں کے حملوں میں یہ وین ڈرائیور جاں بحق ہوا۔ وین ڈرائیور کے رشتہ داروں سمیت سیکڑوں افراد گھنٹوں اپنے پیارے کی لاش لیے احتجاج کرتے رہے۔ یہ سوگوار قاتلوں کی گرفتاری کی یقین دہانی چاہتے تھے۔

انتظامیہ کی یقین دہانی پر وین ڈرائیور کی تدفین ہوئی۔ دہشت گردوں کے خلاف مزاحمت میں سوات میں ایک نئی تبدیلی نظر آئی۔ تمام سیاسی جماعتوں کے کارکن جس میں پختون قومی موومنٹ، عوامی نیشنل پارٹی، جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام اور سول سوسائٹی کے اراکین شامل تھے احتجاجی جلسہ میں شریک ہوئے۔

جماعت اسلامی کے سینیٹر مشتاق احمد اس دفعہ زیادہ پرجوش نظر آئے۔ افراسیاب خٹک مینگورہ کے میئر شاہد خان اور اے این پی کے صوبائی اسمبلی میں پارلیمانی لیڈر سردار حسن سمیت اس دہشت گردی کے خلاف مزاحمت پر متفق نظر آتے ہیں۔ اسکول وین ڈرائیور کے قتل پر خیبر پختون خوا کے دیگر شہروں میں احتجاج ہو رہا ہے۔ سوات کے عوام کو یہ خوف ہو چلا ہے کہ کہیں 2012 کی طرح طالبان سوات پر دوبارہ قبضہ نہ کرلیں۔

جب 2008 میں پیپلز پارٹی نے وفاق میں حکومت بنائی تو خیبر پختون خوا میں عوامی نیشنل پارٹی کے امیر حیدر ہوتی وزیر اعلیٰ ہوئے تو سوات میں صوفی محمد کی شریعت کے نفاذ کی تحریک نے زور پکڑا، پھر ان کے داماد ملا فضل اللہ میدان میں آئے۔

ملا فضل اللہ نے ایک ایف ایم ریڈیو اسٹیشن قائم کیا اور رجعت پسندانہ پروپیگنڈہ شروع کیا۔ طالبان کے جنگجوؤں نے سوات پر قبضہ شروع کیا۔ ضلعی انتظامیہ اپنے اختیارات سے دستبردار ہوگئی۔ ملا فضل اللہ کے حکم پر چوراہوں پر پھانسیاں دی جاتی تھیں۔ ملا فضل اللہ نے فتویٰ دیا کہ لوگ وبائی امراض سے بچنے کے لیے بچوں کو پولیو کے قطرے نہ پلائیں۔ انھوں نے یہ فتویٰ بھی دیا تھا کہ عورتوں کے لیے تعلیم حاصل کرنا ضروری نہیں۔ طالبان نے سوات میں سب سے پہلے لڑکیوں کے تعلیمی اداروں پر قدغن لگائی اور عورتوں کو گھر میں رہنے اور ملازمت نہ کرنے کی ہدایت کی تھی۔

سوات میں اے این پی کے سابق رہنما لالہ افضل خان نے طالبان کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا تھا، ان کے ڈیرہ پر مسلسل گولہ باری ہوئی۔ لالہ افضل خان کے عزم میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

> **ملالہ کے خلاف انتہائی منظّم پروپیگنڈہ ہوا۔ جدید تعلیمی اداروں کے اساتذہ اور طلبہ اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے۔ پرائیویٹ اسکولوں کی ایسوسی ایشن کے عہدیداروں نے ملالہ کی کتاب اپنے اسکول کی لائبریری میں رکھنے سے انکار کردیا مگر سچائی کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس آپریشن کے دوران ملا فضل اللہ کو افغانستان جانے کا راستہ مل گیا۔**

ملالہ یوسفزئی اس زمانہ میں سیکنڈری اسکول کی طالبہ تھیں۔ ان کے والد نے لڑکیوں کی تعلیم کا اسکول قائم کیا ہوا تھا۔ ملالہ نے طالبان کی عائد کردہ پابندیوں کے خلاف مزاحمت کی اور تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر فوج کو حالات کی سنگینی کا احساس ہوا۔ سوات میں ایک بڑے آپریشن سے پہلے آبادی کا انخلا ہوا۔

ملالہ کے خاندان کو بھی سوات چھوڑنا اور مردان کے علاقہ میں کیمپوں میں پناہ لینی پڑی۔ اسی زمانہ میں ملالہ نے گل مکئی کے نام سے بی بی سی کی اردو ویب سائٹ پر ڈائری لکھنا شروع کی۔ ملالہ نے اس ڈائری میں طالبان کے عورت دشمن رویہ کا ذکر کیا۔ گل مکئی کی ڈائری پوری دنیا میں مشہور ہوئی۔

گل مکئی کی اس ڈائری میں بار بار بچیوں کی تعلیم پر طالبان کی پابندیوں کا ذکر کیا گیا، یہ آپریشن ایک حد تک کامیاب ہوا، ہزاروں افراد اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ سوات میں یہ بات عام ہوگئی کہ دراصل ملالہ گل مکئی کے قلمی نام سے یہ ڈائری لکھتی ہیں۔ ملالہ کو قتل کرنے کے لیے اس کی وین پر حملہ ہوا، ملالہ شدید زخمی ہوئی۔ اس وقت کے فوج کے سربراہ نے ذاتی دلچسپی لی اور ملالہ کو پشاور منتقل کیا گیا، بعد ازاں انھیں برطانیہ بھیج دیا گیا۔ ملالہ خوش قسمت تھی کہ اس کی جان بچ گئی۔

اسی زمانہ میں سوات میں طالبان نے ایک عورت کو چوک میں کوڑے مارے، یہ وڈیو بھی وائرل ہوئی۔ پاکستانی ریاست کے طاقتور رجعت پسند گروہ نے ملالہ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا۔ اس پر ہونے والے حملے کو جعلی قرار دیا گیا۔

ملالہ کو امریکی ایجنٹ کا بھی خطاب دیا گیا۔ دائیں بازو کے دانشوروں نے عورت کو کوڑے مارنے اور طالبان کے اسکولوں پر حملوں کا جواز فراہم کرنا شروع کیا۔ خود امریکا کے فل براڈ اسکالر شپ سے مستفید ہونے والے ایک بیوروکریٹ دانشور نے یہ تک کہہ دیا کہ طالبان اسکولوں کو اس لیے تباہ کرتے ہیں کہ سیکیورٹی فورس کے جوان ان پر اسکولوں سے حملے کرتے تھے۔

ملالہ کے خلاف انتہائی منظّم پروپیگنڈہ ہوا۔ جدید تعلیمی اداروں کے اساتذہ اور طلبہ اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے۔ پرائیویٹ اسکولوں کی ایسوسی ایشن کے عہدیداروں نے ملالہ کی کتاب اپنے اسکول کی لائبریری میں رکھنے سے انکار کردیا مگر سچائی کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس آپریشن کے دوران ملا فضل اللہ کو افغانستان جانے کا راستہ مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک امریکی ڈرون نے ان کا سراغ لگایا اور یہ ایک میزائل کے حملہ میں مارے گئے۔

آج یہ وقت آیا کہ دہشت گردوں کے اسکول وین پر حملے کے خلاف احتجاج کرنے والوں میں جماعت اسلامی کے سینیٹر مشتاق احمد خان نمایاں ہیں۔ خیبر پختون خوا کے وزیر اعلیٰ محمود خان کا تعلق سوات سے ہے مگر وہ سوات جا کر اس جرم کی مذمت کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

خیبر پختون خوا حکومت کے ترجمان بیرسٹر سیف اب تک اچھے اور برے طالبان کی بحث میں الجھے ہوئے ہیں، وہ تحریک طالبان کو ان حملوں کا ذمے دار قرار نہیں دیتے، ان کا خیال ہے کہ دوسرے گروہ ان حملوں میں ملوث ہیں۔ عمران خان نے پہلی ہی طالبان کے خواتین کے بارے میں رویہ کو ان کے کلچر کا حصہ قرار دے دیا تھا۔

سوات میں یہ واقعہ اچانک نہیں ہوا۔ گزشتہ مہینوں میں جنگجوؤں کی سرگرمیوں کے دوبارہ شروع ہونے کی خبریں آرہی تھیں۔ سوات میں یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ملالہ پاکستان آئی ہوئی ہیں۔ سوات کے عوام کی مزاحمتی تحریک سے ملالہ کی جدوجہد کی تجدید ہوئی ہے اور آخر کار گل مکئی کامیاب ہوگئی ہے۔ (بشکریہ ایکسپریس نیوز)

آنکھوں سے اوجھل: بلوچستان کی کوئلہ کانوں میں حقوق کی خلاف ورزیاں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے بلوچستان کی کوئلہ کانوں میں کام کار اور گزر بسر کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے 16 سے 19 نومبر کے دوران ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن کا اہتمام کیا۔ مشن نے مچھ میں دو کانوں (دونوں نجی ہاتھوں میں ہیں) اور کوئٹہ کے قریب سیورنج میں کوئلہ کانوں کے تین مقامات کا دورہ کیا۔ مشن سے ملنے والے لوگوں نے جن تحفظات کا اظہار کیا وہ پورے شعبے کے مسائل کا احاطہ کرتے معلوم ہیں۔

بنیادی نتائج

- یونین کے نمائندوں نے الزام لگایا کہ کمپنیاں صرف اور صرف منافع کی بنیاد پر چلتی ہیں اور یہ نہیں دیکھتیں کہ آیا ٹھیکیدار کان کنوں کی صحت، سلامتی اور معاوضے کے حوالے سے اپنے فرائض پورا کریں گے کہ نہیں۔
- ایک اندازے کے مطابق، لگ بھگ سولہ ہزار مزدوروں میں سے صرف سات سے آٹھ ہزار مزدور ای او بی آئی کے ساتھ رجسٹرڈ ہیں۔ زیادہ دور دراز علاقوں میں تقریباً کوئی بھی مزدور رجسٹرڈ نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہزاروں مزدور جب بڑھاپے کی وجہ سے کام کرنے کے قابل نہیں رہتے تو انہیں کسی قسم کا سماجی تحفظ میسر نہیں ہوتا۔
- کانوں یا ان کے قریب ترین علاقوں میں بچوں کو بھی غیر رسمی کام میں شامل کیے جانے کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں، مگر یہ تعین نہیں ہو سکا کہ آیا کانوں میں کام کرنے والے افغان محنت کشوں میں کم عمر مزدور بھی شامل ہیں کہ نہیں کیونکہ ان کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہیں۔
- کان کنوں کے پاس یونین کی مؤثر نمائندگی نہیں ہے۔ قدرے بڑی کان کمپنیوں کی خود ساختہ جعلی یونینیں ہیں، اور اگر کان کن اپنی یونین بنانے کی کوشش کریں تو انہیں ملازمت سے برطرفی یا بیدخلی کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔
- زیادہ تر مزدور حفاظتی معیارات سے لاعلم ہیں۔ 2021 میں کانوں میں حادثات کی بدولت کم از کم 176 کان کن ہلاک اور 180 زخمی ہوئے۔ اس کی ایک وجہ یوکلپٹس کی لکڑی کا استعمال بھی ہے جو کانوں کی دیواروں اور چھتوں کو سہارا دینے کی غرض سے کھمبے بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔
- موت اور زخمی ہونے کی صورت میں معاوضے کا ریٹ، جس کا کان کن کا خاندان اس کی موت کی صورت میں مستحق بنتا ہے، دیگر صوبوں کی نسبت بلوچستان میں کم ہے۔
- جہاں تک لیبر انسپکشن کا معاملہ ہے، ایک اندازے کے مطابق، ایک انسپکٹر سینکڑوں کانوں کی انسپکشن کا ذمہ دار ہے اور یوں ایک مناسب تواتر سے ان کی انسپکشن کرنے کے قابل نہیں ہے۔ ایک سرکاری مائنز انسپکٹر کے مطابق، بلوچستان میں کانوں کے ساڑھے چھ ہزار سے زائد مقامات کی انسپکشن کے لیے صرف 27 انسپکٹر ہیں
- کان کنوں کو جنگجوؤں، زیادہ پر انتہائی دائیں بازو کے قوم پرستوں یا مذہبی شدت پسندوں گروہوں کے ہاتھوں ہاتھوں اغواء اور قتل جیسے واقعات کا سامنا بھی رہتا ہے۔

سفارشات

کانوں کے مالکان اور ٹھیکیداروں کے لیے

- چونکہ کان کنی عالمی سطح پر ایک خطرناک پیشہ قرار دیا گیا ہے لہٰذا کان مالکان اور ٹھیکیداروں کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کان میں فعال ایمبولینس سروس کی فراہمی اور موقع پر ہنگامی مدد کے لیے ہر وقت ہیلتھ ورکر کی موجودگی یقینی بنائیں، اور یہ کہ مستقل بنیادوں پر حفاظتی اقدامات کا جائزہ لیا جاتا رہے۔
- کان مالکان یقینی بنائیں کہ کانوں کی سرنگیں عالمی قانون کی مطابقت میں کم از کم چھ فٹ اونچی اور چوڑی ہوں۔ سرنگیں ہوادار ہوں جن میں صاف ہوا کا با آسانی دخول اور خطرناک گیسوں کا اخراج ہو سکے تا کہ میتھین جمع نہ ہونے پائے۔
- تمام کان کنوں کو رجسٹر کیا جائے اور ای او بی آئی سوشل سیکیورٹی اور ورکرز ویلفیئر فنڈ بینیفٹس کا مستحق قرار دیا جائے، بشمول ان کے بچوں کو اسکول تک رسائی، بڑھاپا پنشن، صحت کی سہولت اور زندگی کا بیمہ جیسی سہولتیں میسر ہوں۔
- ورکرز ویلفیئر بورڈ، لیبر ڈیپارٹمنٹ اور مائنز ڈیپارٹمنٹ تمام مشاورتوں میں تمام لیبر فیڈریشنوں اور کوئلہ کانوں کی یونینوں کی نمائندگی یقینی بنائیں تا کہ فیلڈ کے تجربے کی بنیاد پر سامنے آنے والی آراء سے مستفید ہوا جا سکے۔
- ورکرز کو لیبر یونینوں کا حصہ بننے اور ٹھیکیداروں کی بجائے ورکروں سے نمائندے چننے کی حوصلہ افزائی کر کے یونینوں کو مضبوط کیا جائے تا کہ اجتماعی سودا کاری اور کام کے بہتر حالات کے لیے جدوجہد ہو سکے۔ مزدوروں کو یونین سازی سے ڈرانے والے کان مالکان اور ٹھیکیداروں کو بے نقاب کیا جائے اور ان کے خلاف لیبر عدالتوں میں مقدمے چلائے جائیں۔

وفاقی وصوبائی حکومتوں کے لیے

- تربیت یافتہ سیفٹی انسپکٹرز اور ان کے انسپکشن دوروں کی تعداد بڑھائی جائے تا کہ حفاظتی معیارات کی پاسداری ہو اور کانوں کے حادثات میں کمی آئے۔
- مناسب حفاظتی معیارات کی پاسداری میں ناکام ہونے والے کان مالکان اور ٹھیکیداروں کے خلاف مائنز ایکٹ 1923 کے تحت فوجداری غفلت کا مقدمہ درج کیا جائے۔
- حادثاتی اموات کے واقعات میں کان کنوں کے ورثا کو ملنے والے معاوضے کو فی الفور بڑھا کر دوسرے صوبوں کے برابر لایا جائے۔ ڈیتھ گرانٹ بھی تین ماہ یا اس سے کم عرصہ کے دوران ادا کی جائے
- فرنٹیئر کور کانوں کے مقامات، خاص طور پر جنگجوؤں کے حملوں کے خطرات سے بچائے جانے والے دور دراز علاقوں میں چوبیس گھنٹے سیکیورٹی کا بندوبست کرے۔
- کان کنوں کے بچوں کے لیے قائم ہونے والے اسکول کا بندوبست ونگرانی محکمہ تعلیم کے ہاتھ میں ہو تا کہ وہاں تعلیم دینے کے لیے تعلیم وتربیت یافتہ اساتذہ دستیاب ہو سکیں۔
- محکمہ کان کنی مانیٹرنگ ٹیمیں تشکیل دے تا کہ کانوں کے مقامات یا کان کالونیوں میں بچوں سے مشقت کا خاتمہ یقینی ہو۔
- مہاجر کان کنوں، خاص طور پر خیبر پختونخوا یا افغانستان سے آنے والوں کی پُرخطر حالت پر توجہ دی جائے۔ ان کی رجسٹریشن یقینی بنائی جائے تا کہ انہیں کم معاوضہ نہ ملے یا صحت کی سہولت اور دیگر ایسے حقوق سے محروم نہ رہیں جن کے وہ بالترتیب بطور شہری اور باشندے مستحق ہیں۔
- حکومت کانوں کے شعبہ کو ترقی دے کر صنعت کا درجہ دے اور کان مالکان اور ٹھیکیداروں کو مائنز ایکٹ 1923 کی دفعات اور بعد ازاں ہونے والی ترامیم کی مطابقت میں اپنی کانیں چلانے پر مجبور کرے۔
- حکومت کو کانوں میں جدید ٹیکنالوجی متعارف کرنے پر بھی خاص توجہ دینی ہوگی، اور کانوں کے منتظمین اور مالکان کو ترغیب دینی ہوگی کہ وہ کان کنی کے متروک اور خطرناک طور طریقوں کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالیں۔
- وفاقی حکومت کو کان کنوں کے تحفظ کے لیے عالمی مدد میں وسائل لگانے چاہییں، بشمول تربیتی پروگراموں اور سرمایہ کاروں پر تا کہ پوری صنعت کی سطح پر صحت و تحفظ کا ساز و سامان جیسے کہ گیس کا سراغ لگانے والے آلات، از خود ریسکیورز اور سانس لینے کے آلات دستیاب ہو سکیں۔
- وفاقی حکومت کو جتنی جلدی ممکن ہو سکے آئی ایل او کنونشن سی-176 کی توثیق کرنی چاہیے تا کہ کانوں میں پیشہ ورانہ حفاظت وصحت کے کم از کم معیارات بشمول زیادہ سے زیادہ گہرائی کا تعین ہو۔
- ریاست کو خاص طور پر کانوں اور ان کے قریبی مقامات پر، اور عام طور پر پورے صوبے میں صحت، تعلیم اور انفراسٹرکچر کے شعبوں میں وسائل صرف کرنے چاہییں۔

ذرائع ابلاغ کے لیے

- ذرائع ابلاغ کو کانوں سے متعلقہ حادثات پر گہری نظر رکھنی اور تواتر کے ساتھ ایسے واقعات کی رپورٹنگ کرنی چاہیے تا کہ پیشہ ورانہ صحت وسلامتی کے متعلق شعور اجاگر ہو اور کوئلہ کانوں کے مالکان کو عوام کے سامنے جوابدہ ٹھہرایا جا سکے۔

پاکستان میں 40 فیصد بچے نشوونمار کنے، 25 لاکھ غذائیت کی شدید قلت کا شکار

اسلام آباد ڈان عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) کے مطابق پاکستان میں پانچ سال یا اس سے کم عمر کے 40 فیصد سے زیادہ بچے نشوونمار کنے (اسٹنٹنگ) کا شکار ہیں جب کہ 25 لاکھ بچوں کو غذائیت کی شدید قلت کا سامنا ہے۔ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق پاکستان ان اولین ممالک میں سے ایک تھا جس نے پائیدار ترقی کے عالمی اہداف (ایس ڈی جیز) کو اپنایا تا کہ بچپن میں نشوونما کی رکاوٹ میں 40 فیصد کمی اور بچپن میں ضائع ہو جانے کو 5 فیصد سے کم برقرار رکھا جاسکے، تاہم ان اہداف کے حصول کی طرف بہت کم پیش رفت ہوئی ہے۔ پاکستان میں ڈبلیو ایچ او کی نمائندہ ڈاکٹر پالیتھا مہیپالا نے ایک کانفرنس کے دوران کہا کہ سہل طرز زندگی اور غیر صحت بخش خوراک کے باعث 10 سال سے کم عمر کے اسکول جانے والے بچوں میں سے تقریباً 6-8 فیصد موٹاپے یا زیادہ وزن کا شکار ہیں۔انہوں نے کہا کہ 'حالیہ برسوں میں ہمارا طرز زندگی بدل گیا ہے اور اس کی وجہ سے ہم زیادہ سے زیادہ غیر متعدی امراض دیکھ رہے ہیں۔' رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی کے زیر اہتمام تیسری بین الاقوامی لائف اسٹائل میڈیکل کانفرنس '2022 سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر پالیتھا مہیپالا نے کہا کہ پاکستان میں بیماریوں کے بوجھ کو کم کرنے کے لیے جسمانی سرگرمیوں اور دیگر صحت مند طرز زندگی کے طریقوں کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔جسمانی سرگرمیوں سے متعلق ڈبلیو ایچ او کی عالمی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر حکومتیں اپنی آبادیوں میں زیادہ جسمانی سرگرمی کی حوصلہ افزائی کے لیے فوری اقدام نہیں کرتی ہیں تو 2030 کے آخر تک تقریباً 50 کروڑ افراد دل کی بیماری، موٹاپے، ذیابیطس، یا دیگر غیر متعدی امراض (این سی ڈی) پیدا کریں گے جو جسمانی غیر فعالیت کی وجہ سے ہوں گے، جن پر سالانہ 27 ارب ڈالر لاگت آئے گی۔ دنیا بھر میں سالانہ 5 کروڑ 50 لاکھ اموات ہوتی ہیں، جن میں سے 4 کروڑ 10 لاکھ یا 70 فیصد اموات غیر متعدی بیماریوں کی وجہ سے ہوتی ہیں، جو دراصل طرز زندگی کی بیماریاں ہیں۔ان میں سے صرف دل کی بیماری ہی عالمی سطح پر ایک کروڑ 75 لاکھ اموات کا سبب بنتی ہے، اس طرز زندگی کی بیماری کا سب سے بڑا خطرہ تمباکو نوشی اور اس کے بعد غیر صحت بخش خوراک اور جسمانی عدم فعالیت ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان میں تقریباً 50 فیصد خواتین یا تو موٹاپے کا شکار ہیں یا زیادہ وزن کا شکار ہیں جبکہ باقی کو غذائیت کی کمی جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد کے چانسلر حسن محمد خان نے شیخ زید ہسپتال لاہور کی ایک تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے لاہور میں متوقع عمر اسلام آباد کے مقابلے میں 8 سال کم ہے، حکام اور عوام پر زور دیا کہ وہ بیماریوں سے پاک زندگی گزارنے اور ماحولیاتی آلودگی کو کم کرنے کے لیے اقدامات کریں۔حسن محمد خان نے مزید کہا کہ 'طبی دیکھ بھال دنیا کی سب سے بڑی معیشتوں کے لیے بھی ناقابل برداشت ہوگئی ہے اور اب وہ طرز زندگی اور احتیاطی ادویات کے پروگرام شروع کر رہے ہیں تا کہ بیماری کے بوجھ کو کم کیا جاسکے۔'

(بشکریہ ڈان)

چوری، ڈکیٹی کے بڑھتے واقعات

چمن بلوچستان کے دوسرا بڑا شہر چمن میں آٹھ لاکھ نفوس سے زیادہ آبادی آباد ہے۔ چمن میں بدامنی کی وجہ اہلیان چمن سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ بوغرہ روڈ پر نامعلوم دہشت گردوں کی فائرنگ سے لورالائی سے تعلق رکھنے والا پولیس اہلکار ٹیکا خان شہید کے قاتل کو انتظامیہ نے پکڑے ہی نہیں کہ ایک اور واقع پولیو کی ٹیم کی حفاظت پر معمور لیویز اہلکار حبیب الرحمان یونین کونسل سر کی تلری کے علاقے امبار گنجی میں دہشت گردوں کی فائرنگ کا نشانہ بنے دونوں واقعات میں جھوٹی ہی صحیح مگر ایک بھی جگہ علاقے میں تاحال سرچ آپریشن، علاقے کی ناکہ بندی دہشت گردوں کی تلاش کئی بھی نہیں کی گئی جبکہ اپنی نوعیت کے پہلے واقعے میں جہاں بقول انتظامیہ کاروباری لین دین میں ستر سالہ بزرگ شہری کو اغواء کیا گیا جس پر بھی انتظامیہ ہاتھ پر ہاتھ بیٹھ کر دیکھ رہی ہیں اس مسئلے کے حل کیلئے نہ قبائلی سطح پر ابھی تک کامیابی ملی اور نہ ہی انتظامی سطح پر ایک ماہ میں پولیس لیویز اہلکار شہید کئے گئے وہی شہر میں چوری ڈکیتی کی وارداتوں میں بھی اضافہ ہوا۔ گذشتہ روز رحمت کالونی اسحاق زئی قبرستان کے قریب موٹر سائیکل چھیننے کی واردات کے دوران مزاحمت پر فائرنگ سے نوجوان شہری شدید زخمی ہوا جن کو مزید علاج کے لئے کوئٹہ منتقل کیا گیا۔شہریوں کے مطابق نئی آبادی، محمود آباد، گلدار باغیچہ، روغانی کا علاقہ بائی پاس میں راہ زنی، لوٹ مار، چوری، نقب زنی اور ڈکیتی کی وارداتوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر چوری ڈکیتی کی سیکڑوں متعدد وارداتیں ہوتی ہیں لیکن ملزمان ابھی تک گرفتار نہیں ہو سکے جس کی وجہ سے لوگوں میں خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔امن کی بحالی کے لئے لیویز اور پولیس کو فعال کیا جائے وارداتوں کے علاقوں اور اس کے ساتھ ملنے والے اہم سڑکوں پر لیویز، پولیس چوکیاں قائم کی جائیں اور جرائم کی سرکوبی اور عوام میں امن کے احساس پیدا کرنے کے لئے لیویز، پولیس، ایف سی فلیگ مارچ کیا جائے اور لیویز کے متعدد رسالدار جو گھروں پر بیٹھ کر تنخواہیں لے رہے ہیں ان کو ڈیوٹیوں کا نہ صرف پابند بنایا جائے بلکہ ان کو اہم ذمہ داریاں دی جائے۔

(محمد صدیق)

گھر پر دھاوا بولنے والے پولیس اہلکاروں پر مقدمہ دائر

سکھر سکھر کی شہر روہڑی کی 30 سالہ خاتون یاسمین شیخ نے ہائی کورٹ سکھر میں پٹیشن دائر کروائی۔ جس میں اپنا موقف اختیار کیا کہ روہڑی تھانہ کے ایس ایچ او ثناء اللہ کھوہارو نے اہلکاروں کی ہمراہ رات کے دو بجے گھر میں گھس کر چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کیا۔ میرے بھائی یاسین شیخ کا پوچھا گیا اس کی غیر موجودگی پر مجھ سمیت میرے والدہ شہزادی اور بھابھی امام زادی کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ پولیس اہلکار گھر سے لوٹ مار کرتے ہوئے موٹر سائیکل و دیگر قیمتی سامان بھی لوٹ کر لے گئے۔ ایس ایچ او شکایت کرنے کی صورت میں میرے بھائی کو جھوٹے پولیس مقابلے میں مارنے کی دھمکیاں دے کر فرار ہو گئے۔ سکھر ہائی کورٹ کے حکم پر ایسی ایف آئی آر تھانہ روہڑی میں تھانے دار ثناء اللہ کھونہارو۔ چوکی انچارج اجمل عرف ججی سمیت 12 پولیس اہلکاروں کے خلاف گناہ نمبر 183 / 22 قلم نمبر 148149, 147, 393, 457، 56, 427, 114 / 2 تحت دائر کی گئی۔ اب تک کوئی گرفتاری نہیں ہوئی۔

(شاکر جمالی)

تنخواہوں کی عدم ادائیگی کا معاملہ

نوشکی نوشکی ڈسٹرکٹ سمیت بلوچستان کے مختلف اضلاع میں بیسک ایجوکیشن کیمونٹی اسکولز کے خواتین اساتذہ کو گزشتہ 17 ماہ سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے اساتذہ کو انتہائی مشکلات اور مالی مصائب سے دو چار کر دیا ہے۔تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے خواتین اساتذہ نے پریس کلب کے سامنے وزیر اعلیٰ گورنر ہاؤس کے سامنے احتجاجی مظاہرے بھی کیے ہیں۔لیکن 17 ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی بلوچستان کے ارباب اختیار کی عدم توجہی اور خاموشی انکی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔اس مہنگائی کے دور میں تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے جن مشکلات اور مالی مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔پروجیکٹ میں 18 سالوں سے فرائض سرانجام دینے والے اساتذہ کو فوری طور پر مستقل کر کے تنخواہوں کی ادائیگی عمل میں لائی جائے۔اساتذہ نے ایچ آر سی پی کے اعلیٰ حکام سے اپیل کی ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنا موثر کردار ادا کریں کیونکہ پروجیکٹ میں کام کرنے والے اکثر اساتذہ کی عمریں ملازمت کے بالائی حد سے گزر چکی ہے اس لیے خواتین اساتذہ کو ریگولر کر کے ذہنی پریشانیوں اور مشکلات سے نجات دلائی جائے مزکورہ اساتذہ انتہائی قلیل تنخواہ پر گزشتہ 18 سالوں سے درس تدریس کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ (محمد سعید بلوچ)

طلباء کا ضلعی انتظامیہ اور صوبائی و قومی اسمبلی کے نمائندگان کے خلاف احتجاج

سکھر باڑہ گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ ڈوگرہ باڑہ کے طلباء کا ضلعی انتظامیہ اور صوبائی و قومی اسمبلی کے نمائندگان کے خلاف باڑہ پریس کلب کے باہر احتجاج۔اعلیٰ حکام سے ہاسٹل واگزار کرنے کا مطالبہ کیا۔تفصیلات کے مطابق گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ ڈوگرہ باڑہ کے طلباء کا ضلعی انتظامیہ اور صوبائی و قومی اسمبلی کے نمائندگان کے خلاف شدید احتجاج کیا۔اس موقع پر طلباء نے ہاتھوں میں پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر مختلف نعرے درج تھے۔طلباء نے میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ ڈوگرہ باڑہ کے ہاسٹل میں تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھنے کا پرائیویٹ تعلیمی ادارے عبدالقیوم خان سکول کے ساتھ دو سال کا معاہدہ ہوا تھا جبکہ اس کے بعد مزید دو سال اور گزر گئے لیکن تا حال مذکورہ پرائیویٹ سکول ہمارا ہاسٹل چھوڑنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں ہم نے اے سی باڑہ، ڈی سی خیبر، ایم پی اے شفیق آفریدی اور ایم این اے اقبال آفریدی سمیت دیگر متعلقہ حکام سے ملاقاتیں کیں لیکن کسی نے ہمیں تسلی بخش جواب نہیں دیا۔نوجوان سیاسی اور سماجی کارکن زاہداللہ آفریدی نے اس موقع پر کہا کہ ہم تعلیمی اداروں کے خلاف نہیں ہے لیکن عبدالقیوم خان سکول کے افتتاح کے موقع پر سابق پولیٹیکل ایجنٹ خالد محمود نے وعدہ کیا تھا کہ جلد از جلد اس سکول کو دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے گا۔لیکن ابھی تک مسئلہ حل نہ ہو سکا۔جس کی وجہ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ ڈوگرہ کے طلباء سخت مشکل سے گزر رہے ہیں۔طلباء نے کہا کہ اگر یہ مسئلہ جلد از جلد حل نہ ہوا تو پاک افغان شاہراہ بند کرنے کے ساتھ ساتھ صوبائی اسمبلی کے سامنے بھی احتجاجی دھرنا دیں گے۔اگر اس دوران کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا تو اس کی ذمہ داری ڈی سی خیبر، ایم این اے اقبال آفریدی اور ایم پی اے شفیق آفریدی سمیت دیگر متعلقہ حکام پر عائد ہوگی۔

(مسعود شاہ)

انسانی حقوق کے کارکن کو حبس بیجا میں رکھا گیا

سکھر ضلع خیبر تحصیل جمرود کے علاقے غاڑیزہ میں پولیس نے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے ممبر مسعود شاہ آفریدی کو ساتھیوں اشفاق احمد، حسین احمد، ابرار، عبداللہ سمیت گرفتار کر کے کئی گھنٹوں تک حبس بیجا میں رکھنے کے بعد رات گئے علاقہ عمائدین کے مداخلت کے بعد رہا کر دیا گیا۔مسعود شاہ آفریدی کا کہنا ہے کہ 7 نومبر بروز سوموار حسب معمول میں گھر سے نکلا تو پتہ چلا کہ نزدیکی گھر پر رات دو بجے کے قریب پولیس، سی ٹی ڈی، ایف سی اور آرمی کے اہلکاروں نے چھاپہ مارا جس میں ایک شخص موقع پر مارا گیا تھا اور تین زخمی ہو گئے تھے اور کچھ کو گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا تھا، جس میں ایک سکول کا طالب علم اور دو معذور نوجوان بھی شامل تھے صبح قریبی گھروں سے نکلنے والے ہر فرد کو گرفتار کیا جاتا رہا جس میں سکولز کے بچے بچیاں، مزدور سمیت ہر مکتبہ فکر کے لوگ شامل تھے، اسکے بعد ایف سی اہلکاروں نے گاؤں کے اردگرد سرخ جھنڈے لگا کر اعلان کیا گیا کہ اس میں ہر آنے والے اور گاؤں سے باہر جانے والوں کو گولی ماردی جائیگی، اور جس گھر پر چھاپہ مارا گیا تھا اسکو بموں سے اڑا دیا گیا گھر میں عورتیں اور بچے موجود تھیں اور بم دھماکوں سے خواتین زخمی ہو گئے جنہیں ہسپتال منتقل کر دیا گیا، ہسپتال ذرائع معلوم ہوا کہ دوران آپریشن یا چھاپہ زخمیوں ہونے والوں کو ہسپتال منتقل تو کر دیا گیا مگر وہاں پر ڈاکٹروں کو انکے علاج نہیں کرنے دیا جارہا۔مسعود شاہ آفریدی کا کہنا تھا کہ اسکے بعد ہم نے علاقائی لوگوں کو جمع کر دیا، اور احتجاج شروع کر دیا ہمارا مطالبہ تھا کہ جو شخص آپ لوگوں کو مطلوب تھا اسے تو قتل کر دیا گیا، اب مزید لوگوں کو تنگ کرنا، گرفتار کرنا، علاقے میں کرفیو نافذ کرنا اور گھروں کو باردوی مواد سے اڑانا جس میں عورتیں اور بچے موجود ہیں زیادتی انہیں فوری طور پر بند کر دی جائیں، اور ہسپتال میں موجود زخمیوں کا فوری طور پر ڈاکٹروں کو علاج کرنے دیا جائے اور رشتہ داروں کو ہسپتال کے اندر جانے دیا جائیں تاکہ انہیں پتہ چلے کہ کون کتنا زخمی ہے، اور گرفتار سٹوڈنٹ سمیت معذور نوجوان کو فوری طور رہا کیا جائے جس کے بعد ڈی پی او نے پریس کانفرنس کے دوران گرفتار اور زخمیوں کو دہشت گرد قرار دے دیا، ہمیں فوری طور پر احتجاجی مظاہرہ ختم کرنے کا حکم دیا مگر ہم نے احتجاجی مظاہرہ جاری رکھا اسکے بعد پولیس نے مظاہرین پر ہوائی فائرنگ اور لاٹھی چارج شروع کردی دوران فائرنگ اور لاٹھی چارج مجھ سمیت پانچ افراد کو پولیس نے گرفتار کر کے تحت بئی تھانہ منتقل کر دیا گیا، اور رات کو ہمیں تحصیل بلڈنگ منتقل کر دیا گیا، تحصیل بلڈنگ منتقل کرنے کے بعد ہمیں ذہنی ٹارچر کرنا شروع کر دیا، جبکہ تحصیل بلڈنگ کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا اور احتجاج کی تیاریاں ہو رہی تھی۔جبکہ تحصیل بلڈنگ کے اندر اس بات پر زور دے رہے تھے کہ بس بات یہی پر ختم کر دے ہم نہ تمہیں ایف آئی آر دیتے ہے اور عدالت کے سامنے پیش کرتے، اور مسلسل انکاری تھے جواب یہی تھا کہ ہم نے یہاں سے نکلتے ہی دوبارہ احتجاج شروع کر دینا ہے، ہم گھر جانے والے نہیں، مگر اسسٹنٹ کمشنر نے علاقائی عمائدین سمیت باقاعدہ تحصیل بلڈنگ آکر معافی مانگ لی، جس پر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ (مسعود شاہ)

ضلع خیبر کے بلدیاتی نمائندگان کا احتجاجی مظاہرہ

جمرود صوبائی حکومت سے فوری ترقیاتی فنڈز جاری کرنے کا مطالبہ، بلدیاتی نمائندگان کو دفاتر کے لئے ایمرجنسی بنیادوں پر فنڈز فراہم کریں، صوبائی حکومت قبائلی اضلاع کے بلدیاتی نمائندوں کا استحصال بند کریں۔ضلع خیبر تحصیل جمرود کے بلدیاتی نمائندگان کے فنڈز کی فراہمی کے لئے باب خیبر کے مقام پر احتجاجی مظاہرہ ہوا احتجاجی مظاہرے میں تحصیل چیئرمین الحاج سید نواب آفریدی، متحدہ آزاد پینل کے چیئرمین شاہد خان آفریدی، چیئرمین عنایت آفریدی، چیئرمین میاں جان افریدی، چیئرمین حاجی نواب آفریدی، چیئرمین حسین زادہ آفریدی، چیئرمین سیراج آفریدی، چیئرمین شاہد زمان سمیت دیگر نیبر ڈ ہوڈ و ٹاون چیئرمین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے تحصیل چیئرمین الحاج سید نواب آفریدی و متحدہ آزاد پینل چیئرمین شاہد خان آفریدی کا کہنا تھا کہ قبائلی اضلاع میں بلدیاتی انتخابات ہوئے ایک سال مکمل ہوگیا ہے تاہم صوبائی حکومت نے ہمیں اب تک دفاتر کے لئے ایک روپے کا فنڈ بھی نہیں دیا ہے. خیبر پختونخوا کی انصافی حکومت اور ڈی جی لوکل گورنمنٹ بلدیاتی نمائندگان سے ناانصافی کررہی ہے. فنڈز نہ ملنے کے باعث قبائلی اضلاع میں بلدیاتی نظام تاحال ناکامی سے دوچار ہے. خیبر پختونخوا حکومت فوری قبائلی اضلاع کے بلدیاتی نمائندگان کو ترقیاتی فنڈز جاری کریں جبکہ دفاتر کے لئے بھی فنڈز کی فراہمی جلد سے جلد یقینی بنائے. پی ٹی آئی کی صوبائی حکومت بلدیاتی نمائندگان کا استحصال کررہی ہے۔صوبائی حکومت کبھی بلدیاتی نمائندگان کے اختیارات میں کمی تو کبھی مختلف حیلوں بہانوں سے بلدیاتی نمائندگان کو تنگ کرتے ہیں. بلدیاتی نمائندگان کو فنڈز نہ دینا پی ٹی آئی کی صوبائی حکومت کی ناکامی ہے. قبائلی اضلاع میں عوام کو بلدیاتی نظام سے بہت سے توقعات وابستہ تھے تاہم پاکستان تحریک انصاف کی صوبائی حکومت کی ہٹ دھرمی و بے انصافی کے باعث بلدیاتی نظام تاحال پاوں پر کھڑا نہیں ہوسکا ہے اور نہ ہی عوام کو اس سے کوئی فائدہ پہنچ سکا ہے۔وزیراعظم پاکستان، چیف جسٹس اور چیئرمین پاکستان تحریک انصاف فوری طور پر خیبر پختونخوا حکومت کو احکامات جاری کریں کہ وہ قبائلی اضلاع سمیت خیبر پختونخوا بلدیاتی نمائندگان کو ترقیاتی فنڈز جاری کریں تاکہ وہ اپنے علاقوں میں ترقیاتی کام شروع کرسکے۔بلدیاتی نمائندگان نے کہا کہ اگر بلدیاتی نمائندگان کے مطالبات منظور نہ ہوئے تو احتجاج کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کریں گے۔ (مسعود شاہ)

بدامنی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

جنوبی وزیرستان لوئر وزیرستان میں بدامنی، ٹارگٹ کیلنگ، بھتہ خوری اور اغوا کاری کے خلاف وزیرستان وانا اولسی پاسون کے زیراہتمام قیام امن کیلئے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، جس میں سیاسی جماعتوں سے پاکستان پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی، عوامی نیشنل پارٹی، نیشنل ڈیموکریٹک موومنٹ، پشتون تحفظ موومنٹ، پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے علاوہ علاقے کے مختلف مکتب فکر کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔احتجاج میں شریک منتظمین اور عوام نے حکومت اور سیکیورٹی اداروں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وزیرستان میں حالیہ مخدوش حالات کے پیش نظر آمن وآمان برقرار رکھنا سول انتظامیہ اور دوسرے سیکیورٹی اداروں کی ذمہ داری ہے۔ان کا کہنا تھا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ ضلع جنوبی وزیرستان گزشتہ کئی دہائیوں سے بیرونی اور اندرونی سازشوں، دہشت گردی اور بدامنی کا شکار رہا ہے، جبکہ امن لوئر وزیرستان کیلئے الگ ڈی پی او، ڈی سی، جوڈیشل کمپلیکس اور تمام لائن ڈیپارٹمنٹس ہیڈکوارٹر وانا میں موجودگی سے ہی آسکتی ہے۔25 ویں آئینی ترمیم میں ضلع لوئر وزیرستان بشمول پورا سابقہ فاٹا خیبر پختونخوا کا حصہ بن چکا ہے، جسمیں علاقائی ذمہ داری اور آمن وآمان کو برقرار رکھنا سول انتظامیہ اور سیکیورٹی اداروں کا فرض بنتا ہیں۔احتجاجی مظاہرین نے حکومت کے سامنے کچھ مطالبات پیش کئے۔ان کا کہنا تھا کہ آئین آرٹیکل 9 شہریوں کی زندگی اور آزادی کے تحفظ جبکہ آرٹیکل 18 معاش، کاروبار اور محفوظ تجارت کی ضمانت دیتا ہے۔لہذا تمام غیر قانونی مسلح جتھوں پر پابندی لگائی جائے۔اور سیکیورٹی اداروں کی وردیوں میں ملبوس مسلح لوگوں کے خلاف ایکشن لیا جائے۔لوئر وزیرستان کے عوام، ٹھیکیداروں اور تجارت پیشہ افراد کو تحفظ دیا جائے۔اور طارق وزیر کو جلد از جلد بازیاب کرایا جائے۔لوئر وزیرستان کے پولیس کو سیکیورٹی اداروں اور ایجنسیوں کی طرف سے حملے کی پیشگی اطلاع اور مدد فراہم کی جائیں۔سول انتظامیہ آمن وآمان برقرار رکھنے میں آئینی ذمہ داریاں پوری کریں اور انکے راستے میں حائل روکاوٹیں دور کریں۔اور پولیس نظام کو مضبوط کرنے کیلئے اقدامات کئے جائیں اور قانونی اختیارات اور مراعات میں اضافہ کیا جائیں۔ (ارشاد مسعود)

پل کی تعمیر تاخیر کا شکار

نوشکی چار ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی ہنوز پنجرہ پل کی تعمیر کا کام شروع نہیں کیا جاسکا اس سے نیشنل ہائی وے اتھارٹی کی بلوچستان میں عدم توجہی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے شاہراہِ کی زبوں حالی کی وجہ سے مسافروں کو مشکلات اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے بلوچستان میں صحتِ کی سہولیات کا فقدان ہے سبی اور نصیر آباد ڈویژن کچھی اور گنداواہ اضلاع کے لاکھوں باشندوں کو علاج معالجے کے لیے صوبائی دارالحکومت کوئیٹہ جانا پڑتا ہے راستہ خراب ہونے کی وجہ سے اکثر ایمرجنسی مریض اور زخمی بروقت علاج معالجے کی سہولیات کی عدم فراہمی سے موت کا شکار ہوجاتے ہیں کیونکہ مزکورہ ڈوثرنل اور ضلعی ہیڈکوارٹر میں عوام کو صحت کی فراہمی کے لیے سہولیات کی عدم فراہمی کی وجہ سے ایمرجنسی صورت میں کوئیٹہ کا طواف کرنا پڑتا ہے دوسری جانب ٹرانسپورٹروں کو مالی مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے بلوچستان میں ترقیاتی منصوبے ہمیشہ تاخیر سے پایہ تکمیل تک پہنچنے کی روایات برقرار ہے جسکی ایک وجہ وفاقی حکومت کے عدم توجہی اور دوسری جانب بلوچستان کے نمائندوں کی عدم دلچسپی ہے۔ بلوچستان کے عوام اور ٹرانسپورٹروں کا خیال تھا شاہراہِ کی درستگی اور پنجرہ پل کی تعمیر بھی میٹرو سٹرک کی تعمیر کی طرح دو تین ماہ میں مکمل ہوجائیگی کویٹہ سبی شاہراہِ بلوچستان کو سندھ سے ملاتی ہے بلوچستان کے زیادہ تر تاجروں اور زمینداروں کے زرعی اجناس کی مال برداری بولان کے راستے سے ہوتی ہے راستہ خراب اور اکثر شاہراہ کی بندش سے زرعی اجناس خراب ہونے کی وجہ سے زمین داروں کو مالی طور نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔طوفانی بارشوں اور سیلابی ریلوں کی وجہ سے آرسی ڈی شاہراہِ این 40 پر لکپاس سے پڈگ تک 160 کلومیٹر شاہراہِ کے دونوں جانب شولڈر بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔شاہراہِ کے دونوں جانب شولڈر متاثر ہونے کی وجہ سے خطرناک حادثات رونما ہونے کے خدشات ہیں وزیراعظم پاکستان وفاقی وزیر مواصلات اور چرمین نیشنل ہائی وے اتھارٹی ذاتی طور پر دلچسپی لیتے ہوئے بلوچستان کے زبوں حال شاہراہوں کی بہتری اور درستگی کے لیے اقدامات کریں بلوچستان رقبے کے لحاظ سے 43فی صد ہے شاہراہوں کی درستگی اور بہتری کے لیے رقبے کے لحاظ بلوچستان کے شاہراہوں کے لیے گرانٹ کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ بلوچستان کے عوام بھی مواصلات کے جدید سہولیات سے مستفید ہوسکیں پورے بلوچستان میں کوئی موٹر وے تعمیر نہیں کی گئی ہے جس طرح وفاقی حکومت نے موٹر وے کے زریعے تینوں صوبوں کو جوڑ دیا ہے رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے بلوچستان کو تینوں صوبوں سے جوڑنے کے لیے حکمت عملی وضع کی جائے تو اس کے دوررس اور مثبت نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ (محمد سعید بلوچ)

پولیس وردی میں ملبوس مسلح افراد کا ایک گھر پر دھاوا

نوشہروفیروز قومی شاہراہ نزد پولیس لائن مہران ٹاؤن سے پولیس وردی میں ملبوس مبینہ پانچ مسلح افراد نے گھر میں گھس کر اہل خانہ کو تشدد کا نشانہ بنایا اور جاتے ہوئے دونوجوانوں اغواء کر کے لے گئے۔ واقعہ کے خلاف پنھور برادری کا احتجاجی مظاہرہ، قومی شاہراہ بلاک کر کے ٹائروں کو آگ لگا دی۔ مظاہرین کا دونوں نوجوانوں کی بازیابی اور ملزمان کی گرفتاری کا مطالبہ۔ پولیس لائن چوک مہران ٹاؤن نوشہروفیروز کے حدود کے رہائشیوں پنھور برادری کے افراد نے ذوالفقارعلی پنھور کی قیادت میں قومی شاہراہ پر ٹائر جلائے اور احتجاجی مظاہرہ کیا اور دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔ مظاہرین نے میڈیا کو بتایا کی رات گئے دیر سے پولیس وردی میں ملبوس پانچ مسلح افراد ذوالفقارعلی پنھور کے گھر میں زبردستی داخل ہوئے اور اہل خانہ کو سخت تشدد کا نشانہ بنایا اور جاتے ہوئے ہمارے دونوجوان بچوں 20 سالہ مہران خان پنھور اور 21 سالہ عبداللہ پنھور کو اغواء کر کے ساتھ لے کر فرار ہو گئے۔ ہمیں شک ہے کہ یہ حملہ ہمارے مخالفین نے کیا ہے جن سے ہماری دیرینہ دشمنی چلی آ رہی ہے۔ وہ کہیں ہمارے دونوں نوجوانوں کو قتل نہ کر دیں۔ پولیس فوری طور پر کاروائی کرے اور ہمارے دونوں نوجوانوں کو بازیاب کرائے، ورنہ احتجاج جاری رہے گا۔ ڈی ایس پی نوشہروفیروز یا محمد رند ایس ایچ او علی اکبر کھوکھر نے مظاہرین سے مزاکرات کیے اور واقع کی رپورٹ درج کرائی اور ملزمان کی گرفتاری اور دونوں نوجوانوں کی بازیابی کی یقین دہانی پر مظاہرہ ختم کیا گیا ہے۔

(الطاف حسین قاسمی)

سکولوں کی بندش کا نوٹس لیا جائے

خیبر ضلعی ایجوکیشن آفسر سمیت دیگر خواتین افسران پر بڑے پیمانے پر مالیاتی بدانتظامی کے الزامات ہیں۔ باز گڑھا کمرخیل میں کئی سکول بند ہیں۔ بعض سکولوں میں تاحال سٹاف فراہم موجود نہیں۔ باز گڑھا کمرخیل میں لڑکیوں کا مستقبل تباہ جو انتہائی افسوناک ہے۔ اہل علاقہ کا کہنا ہے کہ 13 گرلز سکول جن میں دو مڈل گرلز اور 11 پرائمری گرلز سکول شامل ہیں، وہاں اساتذہ حاضری نہیں دیتیں۔ وہ گھر بیٹھے ہی دیگر عملے کی ملی بھگت سے گھر بیٹھے ہی اپنی حاضری لگوا لیتی ہیں جس کی وجہ سے سکول تقریباً بند پڑے ہیں اور بچیاں تعلیم کے حصول سے متاثر ہیں۔ تمام ذمہ داران کے خلاف فوری کاروائی کر کے اس مسئلے کو حل کیا تا کہ بچیوں کا مستقبل مزید خراب ہونے سے بچ جائے۔

(منظور آفریدی)

کوہلی برادری کا پولیس کے خلاف احتجاج

عمرکوٹ گوٹھ محمد حیات آرائیں میں مقیم کوہلی برادری کے افراد نے کوہلی تھانے کے سامنے احتجاج کیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ سہتا برادری کے لوگ انہیں پانی کے نل سے پانی نہیں بھرنے دے رہے۔ اس کے علاوہ، انہوں نے کوہلی برادری کے گھروں پر حملہ کیا اور عورتوں کو بھی زدوکوب کیا۔ کوہلی برادری نے پولیس سے درخواست کی تھی کہ ملزموں کے خلاف کاروائی کی جائے پولیس کاروائی کرنے سے انکاری ہے۔ مظاہرین نے 22 اکتوبر کو احتجاجی مظاہرہ کیا تھا۔

(نامہ نگار)

محض عقیدے کی بنا پر من گھڑت مقدمے کا اندراج

کراچی کراچی میں ایک احمدی وکیل پر مقدمہ صرف اس وجہ سے درج کیا گیا کہ اس کے نام کے ساتھ سید آتا ہے۔ 21 اکتوبر کو تھانہ سٹی کی پولیس نے احمدی عقیدے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے خلاف مقدمہ درج کیا۔ ایک درخواست گزار نے پولیس کو ایک درخواست دائر کی تھی کہ ایک احمدی فرد (نام حفاظت کی خاطر ظاہر نہیں کیا جا رہا) نے اپنے نام کے ساتھ سید لکھ رکھا تھا جو کہ تعزیرات پاکستان کی حرمت مذہب سے متعلق دفعات کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔ جماعت احمدیہ پاکستان میں طرح طرح کے ظلم و زیادتی کا شکار ہیں۔ ریاستی وغیر ریاستی عناصر کی طرف سے جماعت کے لوگوں کی نشانہ بنایا جانا معمول کا کام بن چکا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں اور کارکنان نے جماعت احمدیہ کے خلاف زیادتیوں پر تشویش کا اظہار کیا اور اس طرح کی بیجا قانونی کاروائی روکنے کا مطالبہ کیا ہے۔

(نامہ نگار)

ایف سی اہلکار زخمی، ایک شہری جاں بحق

وانا وانا/ لوئر وزیرستان تحصیل برمل کے علاقہ اعظم ورسک میں آرمی پبلک سکول کے سامنے نامعلوم افراد نے ایف سی کی گاڑی پر فائرنگ کی جس سے ایک ایف سی اہلکار زخمی، اور ایک عام شہری جان بحق ہو گیا۔ جان بحق ہونے والے مستہ خان کا تعلق وزیر شاخ کرے خیل قبیلے سے تھا۔ تفصیلات کے مطابق، وہاں پر والدین ایک پروگرام کے سلسلے میں سکول آئے ہوئے تھے جس دوران میں نامعلوم افراد نے سیکیورٹی اہلکار پر فائرنگ کر دی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ سکول کے بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، اور بچے محفوظ حالت میں اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ وقوعے کی تحقیقات کی جا رہی تھیں۔

(رضیہ محسود)

لیڈی ہیلتھ ورکر کا احتجاجی دھرنا

میانوالی تفصیلات کے مطابق لیڈی ہیلتھ ورکرز نے میں سی ای او ہیلتھ کے رویے کے خلاف اور اپنے مطابات کیلئے حق میں دھرنا دیا۔ ان کے مطالبات میں نشینل پروگرام پولیو ویکسین میں ڈیوٹی کا دورانیہ اُٹھ گھنٹے کرنا، دن کے اوقات میں میٹنگ کرنا، دوسال سے رکے ہوئے کرونا ڈیوٹی کے اولانس کا اجراء، دوسرے شہروں میں لیڈی ہیلتھ سپروائزر کے تبدلہ کی منسوخی اور لیڈی ہیلتھ ورکر و لیڈی ہیلتھ سپراوئزر کے خلاف انکوائری ختم کرنا شامل تھا۔ انتظامیہ نے مظاہرین سے مذاکرات کر کے انہیں مطالبات پورا کرنے کی یقین دہانی کروائی جس کے بعد انہوں نے اپنا مظاہرہ ختم کر دیا۔

(محمد رفیق)

بھائی کے ہاتھوں بہن قتل

میانوالی محلّہ لنگرے خیل کندیاں شہر تحصیل پپلاں ضلع میانوالی میں جب مسمات ناہید بیوہ عبدالغفار کو اس وقت فائرنگ کر کے قتل کر دیا جب وہ موٹر سائیکل پر اپنے بہنوئی کے ساتھ گھر واپس جا رہی تھی۔ ملزم عارف کھوکھر گھات لگے بیٹھا تھا جیسے ہی موٹر سائیکل اس کے پاس سے گزر رہا تو اس نے اپنی بہن پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجہ وہ شدید زخمی ہو کر موٹر سائیکل سے گر پڑی اور زخمیوں کی تاب نہ لا کر موقع پر جان بحق ہو گئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر لیا ہے۔ محلّہ مکینوں کے مطابق مقتولہ ناہید اپنے دیور کے ساتھ ملکر اپنے شوہر کو قتل کرنے کی ایف آئی آر میں نامزد تھی۔ تاہم عدالت نے مقدمے میں اسے باعزت بری کر دیا تھا۔

(محمد رفیق)

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:	

2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ

3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع

4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں

5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)	
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل	

7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں

14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ

15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے	

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟	

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آ سکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کر کے بھیجیں

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

طلبا کی آواز کو دبایا نہیں جا سکتا

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر : مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

سرورق ڈیزائنر: زہرہ عامر
کمپوزر: جمال احمد،سید رضا شاہ